1717

عقل کی آنکھوں کا اندھیاپا

دنیا کی ٹھوکروں میں [illegible] رکھا ہے

[illegible] اندھا بنا رکھا ہے

از

قمر شاہجہاں

دسمبر ۱۹۳۲ء

تمہید

اس مرض کی عالمگیر حالت

یہ حیرت انگیز سائنس کی ترقی کا زمانہ ہے۔ آئے دن آئلنت نئی نئی ایجادیں ہو رہی ہیں، زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی کا وہ عالم ہے کہ اگر ایک صدی پیشتر کا انسان زندہ ہو کر لوٹ آئے تو وہ اپنے آپ کو ایک طلسمات میں سمجھے گا اور ہرگز یقین نہ کر سکیگا کہ وہ اُس ہی دُنیا میں ہے جہاں کچھ پہلے وہ رہتا بستا تھا۔ لاسلکی ریڈیو ٹیلی وژن ہوامار توپیں اور فن پرواز کی ترقی اس کی مثالوں میں سے ہیں۔ یہ کیسا حیرت کا مقام ہے کہ ہوا جیسی ہلکی چیز میں جس پر تنکا تک ٹھہر نہیں سکتا، حضرت انسان نہ صرف ایک بھاری مشین لیکر اُڑتے ہیں بلکہ اُس میں توپیں، ٹینک اور آٹھ آٹھ ہزار ٹن کے وزنی بم بھی لے جاتے ہیں۔ اندھیری رات میں اپنا راستہ بھی پہچانتے ہیں اور لڑائی بھی لڑتے ہیں اور مہینوں کا سفر گھنٹوں میں طے کر لیتے ہیں۔ ایک تازہ ترین ایجاد وہ شعائیں ہیں جن سے رات کو دکھلائی دیتا ہے۔ ڈاکٹری ترقیاں بھی درجہ کمال کو پہونچی ہوئی ہیں چنانچہ انسانی خون رگوں میں ڈال کر نیم مردہ زخمیوں کو گویا دوبارہ زندہ کیا جاتا ہے

جن سے سانس نہیں لی جاتی اُن کو آئرن لنگ کے ذریعہ موت سے چھڑایا جاتا ہے ایکس رے کے جدید آلات سے میدان جنگ میں کام لے کر انسان کے درد و دکھ کو آرام دیا جاتا ہے کینسر تک، کا علاج اب دستیاب ہو چکا ہے۔ مگر بایں ہمہ تعجب اور رونا اس بات کا ہے کہ عقل کی آنکھوں کا علاج اب تک نہ کسی اہل سائنس نے نکالا نہ کسی فیلسوف سے بن پڑا۔ بلکہ ایک طرف تو سائنس کی بدولت سخت سے سخت امراض کے حکمی علاج نکل آئے ہیں اور بیماریوں سے اموات اور تکالیف میں روز بروز کمی ہوتی جاتی ہے بر عکس اس کے عقل کی آنکھوں کا روگ بڑا زور پکڑتا جاتا ہے یہ مرض کسی ایک ملک یا قوم یا جہلا تک محدود نہیں بلکہ عالمگیر ہے اور ہر ملک اور ہر طبقہ کے آدمی اس کی زد میں ہیں۔ مثلاً انگلستان ہی کو لیجیے جہاں کے مدبروں اور مخلوق پر گزشتہ جنگ عظیم کے بعد ایسی ہمدردی اور سادہ لوحی کا دورہ پڑا کہ وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ اب آئندہ کبھی جرمنی کوئی جنگ نہ چھیڑے گا اور اس سے دوستی کے پینگ بڑھانا شروع کر دیئے اور جتنا تاوان جنگ لیا تھا اس سے زائد اس کو قرضہ دے بیٹھے جواب سوخت ہو گیا اور اس سے وہ دولت جرمنی کے ہاتھ آئی جس کے ذریعہ سے اب اُس نے سارے یورپ کی عافیت تنگ کر رکھی ہے۔ انگریزوں نے اپنی نیوی بھی گھٹا دی اور بے غم ہو کر بیٹھ گئے۔ یہی چرچل صاحب جن کی تعریف میں آج ہر فرد قوم کی زبان سوکھی جاتی ہے اس عقیدۂ باطل کے خلاف اُس زمانہ میں جب زبان کھولتے تھے تو اُن کو (جنگجو) وغیرہ کے لقب دیئے جاتے تھے اور اُن کی کوئی نہیں سنتا تھا۔ دوسرے ہٹلر صاحب کو

یعنی جن کی عظمت اور شیطنت میں یکساں شک کی گنجائش نہیں ہے۔ اُن کی عقل پر جو پتھر پڑے تو اُنھوں نے یہ عقیدہ ایجاد کیا کہ حاکم قوم صرف جرمن نسل والے ہیں باقی سب قومیں اُن کی خدمت کے لیے پیدا ہوئی ہیں اور اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے خفیہ تیاریاں شروع کیں جن میں سے مقدم یہ بات ہو کہ قوم کے بچوں کو ایسی تعلیم دلوائی کہ خدا کو بھول گئے اور ہٹلر کو خدا اور رسول سب کچھ سمجھنے لگے۔ بہیمیت کے خصائل قابل تعریف اور بنی نوع انسان کی ہمدردی عیب قرار پائی جس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ خود قیصر نے مرنے سے کچھ پہلے نازیوں کے ہاتھ جرمن کلچر اور معاشرت کی بربادی پر بڑا اظہار افسوس کیا تھا۔ پھر اس کی یہ حماقت کہ اُس نے سمجھ لیا کہ انگریز غیر مسلح اور بے بس ہیں، لڑ سکتے نہیں لہٰذا لڑنے والے ہی نہیں ہیں، مزید کوڑھ مغزی سے وہ یہ بھی سمجھ بیٹھا کہ اُس کی ہوائی طاقت کے سامنے برطانوی بحری بیڑا بیکار رہے گا اور اگر انگریز لڑے تو خود اپنی شامت مول لیں گے۔ پھر جون ۱۹۴۰ء میں جبکہ برطانیہ بالکل غیر مسلح تھا جرمنی کا فرانسیسی شمالی افریقہ پر قبضہ نہ جمانا۔ روس پر حملہ کر بیٹھنا۔ براہ ٹرکی و عراق کاکیسس تک نہ آنا وغیرہ بہت سی اہم حماقتیں اُس کے نامۂ اعمال میں بھی ہیں۔ تیسرے جرمنی کے گیدڑ جناب مسولینی ہیں (جو ہندوستانی پولیٹکل دُنیا میں ویسے ہی محبوب تھے جیسے کہ ہٹلر) انھوں نے کیا کیا اس کا بیان تحصیل حاصل ہے۔ ان کی کوڑھ مغزی سے اُن کی قوم کی جو مٹی پلید ہوئی ہے شاید کبھی کسی کی ہوئی ہو اور اپنی بھی ۲۲ برس کی سب کمائی برباد کر دی۔ یا وہ مسولینی تھا جس نے ڈکٹیٹری ایجاد کی اور اُس کو عرصہ تک بظاہر ایسا کامیاب کیا کہ خود ہٹلر اُس کا شاگرد بنا اور یہ ملعون

کام اُس ہی سے سیکھا جس کے بعد یہ وبا پھیلنا شروع ہو گئی حتیٰ کہ بعض افراد کو انگلستان
میں بھی اس کا شوق چرّایا۔ یا اب وہ مسولینی ہے کہ اُس کے ہاتھوں ساری اطالوی میائر
لُٹ گئی، فوج کا بڑا حصّہ غارت ہو گیا۔ بیڑا انگریزوں کی دھاک سے لنگر نہیں اُٹھاتا اور
اگر کبھی نکلا بھی اور دور ہی سے کوئی انگریزی جنگی جہاز نظر آ گیا تو اپنی تیز رفتاری سے کام
لے کر بھاگ جاتا ہے۔ اس کی عقل پر ایسا کالا پھاری پردہ پڑا کہ اُس نے جون ۱۹۴۰ء
میں یہ سمجھ لیا کہ لڑائی ختم ہو رہی ہے۔ صرف فرانس سے لڑائی تھی وہ زیر ہو گیا (انگریز تو
اُس کے نزدیک کوئی چیز ہی نہ تھے) ایسا نہ ہو کہ صلح کے وقت میری پرسش نہ ہو اور کہیں
فیورر میری گوشمالی نہ کریں کہ ارے مردود تو وقت پر کام نہیں آیا تجھ کو کچھ دلانا کیسا تو
چرپوز اس قابل نہیں کہ تیرے پاس جو ہے وہ بھی چھوڑا جائے۔ لہذا نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ
سے ہٹلر کے حلقہ بگوشوں میں نام لکھوا لیا اور کمر باندھ کر اور دل میں سمجھ کر کہ لڑائی بھڑائی
تو ہو ہی چکی بس اب مالِ غنیمت کی تقسیم ہی باقی ہے اپنے فیورر کی خدمتگاری میں مصروف
ہو گئے۔ نتیجہ وہی ہوا جیسا کہ ذکر ہو چکا اور اس اوّل درجہ کی دولت کی وہ گت ہوئی جیسے
دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا یعنی اگر اتحادیوں کی فتح آخر ہوئی تو دشمن سے مغلوب ہونے
کا انجام ظاہر ہے اور اگر ہٹلر صاحب جیتے تب بھی اٹلی کی قسمت میں وہی نارڈک نسل کی
خدمت اور اطاعت لکھی ہوئی ہے۔ شاہ اٹلی سے (جن کو یہ لڑائی ناپسند بتائی جاتی ہے) کیا
خوب یہ مقولہ منسوب ہے کہ اگر مسولینی جیت گیا تو میں ابی سینیا کا شہنشاہ ہو جاؤں گا اور
اگر وہ ہار گیا تو شاہ اٹلی ہو جاؤں گا۔ اسٹالن صاحب کی یہ غلط فہمی دنیا پر روشن ہے کہ وہ

اول سمجھے تھے کہ ہٹلر کو جرمنی کا سر توڑ ڈالنے دو جب دونوں فریق تھک کر پست ہو جائینگے تو روس ہی روئے زمین کا مالک ہوگا۔ فرانس کے مدبروں اور فوجیوں کی کم عقلی جنھوں نے شکست مانکر لڑائی کو اتنا طوالت میں ڈالا محتاج بیان نہیں ہے جس کا احساس اب خود اُن لوگوں کو بخوبی ہو گیا ہے جیسا کہ ٹولون کے بیڑے کی غرقابی اور افریقہ میں ڈارلان کی کارروائیوں سے عیاں ہے۔ امریکہ نے ایسی کج فہمی سے کام لیا کہ جنگ عظیم کے بعد باقی دنیا سے کنارہ کش ہو کر بیٹھ گیا اور اگرچہ لیگ آف نیشنز کا خیال سابق پریسیڈنٹ ولسن کی عالی دماغی کا نتیجہ تھا مگر امریکہ خود اُس میں شریک نہ ہوا جس کی وجہ سے وہ جماعت بڑی حد تک بیکار ثابت ہوئی اور نازی جرمنی اس مغالطہ میں پڑا کہ امریکی قوم پچھلی لڑائی میں شریک ہو کر پچھتائی ہے اور آئندہ کسی عالمگیر جنگ کے پاس نہ آئے گی۔ مشرق کی طرف نظر ڈالیے تو ایک طرف چینیوں کی یہ کم عقلی سامنے آتی ہے کہ باوجودیکہ جاپان جیسا مکار دغاباز خونخوار اور زبردست دشمن اُن کے سر پر ہر وقت کھڑا تھا اُن کی خانہ جنگی برابر جاری رہی حتیٰ کہ مارشل چیانگ کے شیک کو (جو آج کل دُنیا کی معدودے چند بڑی ہستیوں میں سے ہیں) ایک باغی چینی جرنیل نے ابھی چند سال ہوئے گرفتار کر لیا تھا۔ اگر چینیوں نے کمیونسٹ اور غیر کمیونسٹ کے جھگڑوں میں اپنا وقت اور دولت برباد نہ کیا ہوتا اور اتحاد کا سبق پیشتر سیکھا ہوتا تو شاید گزشتہ پانچ سال کے مصائب کا سامنا اُن کو کرنا نہ پڑا ہوتا۔ دوسری طرف جاپان کی احسان فراموشی نے بھی پیٹ بھر کر حماقت کی ہے کہ اپنے محسن اور مربیوں پر جن کی بدولت وہ آج اس عروج پر پہونچا ہے اُس نے دغا اور فریب سے وار کر دیا۔ اُس کا فعل اٹلی کے گیدڑ

کے کام سے مشابہ ہی مگر فرق یہ ہے کہ مسولینی نے تو یہ سمجھ کر اٹلی کو لڑائی کی بھٹی کے سپرد کر دیا
کہ اب لڑائی ختم ہوا چاہتی ہے ایسا نہ ہو کہ جیتنے والے کی شرکت کا فخر اور فائدہ ہاتھ سے نکل جائے
اور جاپانی حاکم ذات کا ہٹلر کی شرکت کا سرے سے ارادہ ہی نہ تھا وہ تو اس خیال خام میں
مطمئن بیٹھے تھے کہ آخرکار ہٹلر ہی جیتے گا مگر اس مشکل سے کہ اس کی بھی کمر ٹوٹ جائے گی اور
جاپان جیسی عظیم بحری طاقت کا وہ کچھ نہ بگاڑ سکے گا اور برطانیہ کی شکست کے بعد ایک قطرہ خون
بہائے بغیر برطانیہ امریکہ فرانس اور ہالینڈ کے مقبوضات جاپان ہضم کر لے گا اور آئندہ سب سے
بڑی بحری و بری طاقت کی حیثیت سے امریکہ اور یورپ پر بھی بعد کو اپنا سکہ جمائیگا مسٹر چرچل
نے اپنی ایک تقریر میں اس کا اعتراف کیا ہے کہ اُن کو جاپان کی شرکت کی توقع نہ تھی کیونکہ
یہ فعل خود جاپان کے مفاد کے خلاف تھا۔ لہذا اُن کو اس پر تعجب ہوا لیکن یہ معمہ یوں حل ہوتا
ہے کہ جاپان مجبوراً شریک جنگ ہوا ہے اس لیے کہ اُس کے زعم باطل میں جرمنی کی فتح لابدی تھی
لیکن برخلاف اس کے جب جاپانیوں کو یہ دکھنے لگا کہ اب جرمنی کی جیت نہیں ہو سکتی تب
اُن کو یہ محسوس ہوا کہ بغیر سہارا پائے جرمنی جلد ٹوٹ پھوٹ جائے گا اور اُس کے ٹوٹنے
سے محوری اصول اور منصوبے سب خاک میں مل جائیں گے اور عالمگیر سلطنت کے ارادے سب
خواب و خیال ہو جائیں گے کیونکہ اتحادی آئندہ کسی سلطنت کو ایسے تقدمات اور شیطانی حرکات
نہ کرنے دیں گے جن کا کوریا منگولیا منچوریا اور چین وغیرہ میں وہ عادی ہو گیا تھا تب ہوس
نے جاپان کو اندھا کر دیا اور اُس نے دو باتوں سے مفر نہ دیکھا کہ یا تو جرمنی کو فوراً شکست
کھانے دیا جائے جس کا نتیجہ جاپان کا اپنی سب بوالہوسی کو خیرباد کہنا ہوتا اور یا جاپان جرمنی

کا شریک ہوکر اُس کو سہارا دے چنانچہ اُس نے یہ آخری شق اختیار کر کے بھاری جوا کھیلا کیونکہ دوسری شق میں تو نقصان ہی نقصان تھا۔ یہ درست ہے کہ جاپان سے جرمنی کو بہت بڑا سہارا ملا ورنہ اس ہی سال میں جنگ کا خاتمہ ہو چکا ہوتا مگر نتیجہ کے واسطے انشاء اللہ یہ بیکار ثابت ہوگا۔ درحقیقت جاپان جرمنی کے کھنڈر کا آڑا ناہے لیکن کوئی عمارت محض آڑانے کے سہارے دیر تک نہیں ٹک سکتی ہے بالخصوص جبکہ آڑانا ہی گلا ہوا ہو۔ ایک بڑا جھٹکا عمارت کو لگا نہیں کہ اُس کے نیچے آڑانا بھی چور ہو کر رہ جائیگا۔

حصّہ اوّل

اس مرض کی ہندوستان میں شدّت

دور کیوں جاؤ خود ہندوستان کو دیکھو کہ یہاں عقل و ہوش کی کیسی کساد بازاری ہے۔ جو ہندوستان کی سب سے بڑی ہستی کہلائی جاتی تھی یعنی مہاتما گاندھی جی اُن کا رویہ پچھلے زمانہ میں ہمیشہ برطانیہ کی امداد رہا ہے اور اس دفعہ بھی اُن کا ابتدائی آزاد اعلان ایسا ہی تھا لیکن یاروں کے بھرے میں آکر یا بھگوان کے مت مارنے سے اُنھوں نے جو کچھ کیا وہ ہندوستان کیلئے سم قاتل تھا۔ بظاہر اُن کا اور اُن کی کانگریس کا فعل مبنی اس بیوقوفی کے اعتقاد پر تھا کہ انگریزوں کو ہار ہوگی۔ اس کا کانگریس کے رزولیوشنوں سے بھی ثبوت ہوتا ہے اور مہاتما جی کے چیلے اور روحانی جانشین (یعنی آئندہ کے نامزد ڈکٹیٹر) جواہر لال جی تو

لڑائی سے پہلے ہی اپنے حالی موالیوں کو یہ خوش خبری سنا چکے تھے کہ یورپ کی لڑائی عنقریب ہونے والی ہے اُس وقت ہمارا داؤں لگے گا۔ اب خود مہاتما جی کے طرزِ عمل کا درس لیجیے تو معلوم ہوگا کہ وہ ایک عجیب بزرگوار ہیں اُن کے منصوبے ایک معمہ اور معجون مرکب ہیں چوں چوں کا مربہ اور عام فہم و ادراک سے باہر ہیں۔ اُن کے اقوال تناقض سے بھرے ہوئے۔ افعال اقوال کے منافی۔ تحریریں مبہم اور پراسرار ہوتی ہیں۔ ایک زمانہ میں اُن کی سب سے بڑی خوبی نیک نیتی شمار کی جاتی تھی اور گو ہم نے اُن کی اکثر پولیٹکل کارروائیوں کو لایعنی اور ناقابلِ عمل سمجھا تاہم اُن کی نیت بخیر ہونے کے معترف رہے لیکن اگر ہم کو یہ مغالطہ ہوا تو کیا تعجب ہے جبکہ ہندوستان میں لاکھوں انسان اُن کو دیوتا تک مانتے ہیں۔ پولیٹکل مہاتما تو وہ بن ہی بیٹھے ہیں اور یورپ میں دُنیا کے بڑے فلسفیوں میں شمار ہونے لگے ہیں۔ ادھر مولانا شوکت علی مرحوم سے گئو ماتا کی ڈنڈوت کرائی اودھر ہزار سالہ شاہی مراسم کے قواعد کو توڑتے ہوئے (اس ہی دیوتائی مہاتمائی اور پولیٹکل لیڈری کی بدولت) بکنگھم پیلیس میں بہ یک عصا و یک لنگوٹی جا دھمکے۔ ہندوستان تعریف سے گونج اُٹھا کہ واہ کیا مفت فتح حاصل کی کیا قلعہ سر کیا ہندی لنگوٹی کیلیے کیسا خراجِ تحسین حاصل کیا اس سے تو اُن کی مہاتمائی اور لیڈری میں اور چار چاند لگ گئے۔ جب ہز مجسٹی ملک معظم ہی کو وہ بھرے دربار میں اپنے برہنہ اعضا کا درشن دینے تشریف لے گئے اور یہ گوارا نہ کیا کہ تھوڑی ہی دیر کے لیے اس جلوہ گری سے باز رہیں تو لارڈ اِروِن کی کیا حقیقت تھی جن کی بغل میں بیٹھ کر بکری کا دودھ اور سنگترہ کا عرق وہ پیا کرتے تھے۔ وہ بیچارے تو فقط نائب شہ تھے اور علمی قدر مراتب

اس چھیچھڑے کے بھی مستحق نہ تھے اُن کو اور موجودہ وائسرائے صاحب کو اس مبارک گھڑی کا ہزار بار شکر گزار ہونا چاہیے جس نے اُن کو بڑی رسوائی سے بچا یا۔ ممدوح کے کارنمایاں سے مشتے نمونہ از خروارے ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) ۱۹۲۱ء میں اعلان کر دیا کہ ایک سال میں سوراج لے لونگا اور ستیہ گرہ شروع کر دی مسلمانوں کو اُلّو بنانے کے لیے خلافت کا پچھلا بھی اُس میں ٹانک دیا۔ نتیجہ تو جیسا ہونا تھا ٹائیں ٹائیں فش ہوا مگر ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بدامنی، تلاطم اور کشت و خون برپا ہو گیا بالآخر آپ نے اقرار کر لیا کہ ہمالیہ نالائق ہے اور یہ کہ اس تحریک کو چلا کر انھوں نے ہمالیہ پہاڑ برابر حماقت کی۔

(۲) کئی بار فاقہ کشی سے حکومت کو دھمکا کر ٹمٹماتی ہوئی مہاتمائی کے دیئے میں تیل ڈالا۔

(۳) کبھی ہندو مسلم اتحاد کا بیڑا اُٹھائے ہوئے تھے جس کے بغیر فرماتے تھے کہ آزادی ہند ناممکن ہے مگر اب ارشاد ہوتا ہے کہ اول آزادی ہند لازم ہے اُس سے قبل ہندو مسلم اتحاد محال ہے جس کے صاف یہ معنی ہوئے کہ برطانیہ کا ہاتھ اُٹھا کر وہ جو چاہیں گے سو کریں گے۔

(۴) ایک وقت وہ تھا کہ مسلمانوں کو تختی سادہ چک عطا ہوتی تھی کہ جو چاہیں اُس میں لکھیں ایک وقت یہ ہے کہ اُن کے معقول مطالبے کی شنوائی سے بھی انکار ہے۔

(۵) جب ایوان پارلیمنٹ پر بم گرا تو اُن کو وہ صدمہ ہوا جیسے سر پر بجلی گری مگر جب ہٹلر نے فرانس کو دبوچ لیا اور فرانس نے کندھا ڈال دیا اور مہاتما کو مثل سارے عالم کے خیال ہوا کہ اب یہ مردود انگلینڈ پہونچا چاہتا ہے تو انھوں نے فرانس کو شاباش دی

اور جھٹ سے کابینۂ انگلستان کو صلاح دینے لگے کہ چپکے سے اپنا وطن عزیز اس ظالم کے حوالہ کر دو فکر کا ہے کی ہے اگر تم کو یہ کام نہیں آتا تو ہم بہ نفس نفیس و مع چرخا وہاں آکر تمھاری کمان اپنے ہاتھ میں لے کر ہٹلر سے نان کو آپریشن کے دو دو ہاتھ کھیلیں گے اور اس کو تم سے بھی زیادہ ناک چنے چبائیں گے۔

(۶) یا تو در د بھرے دل سے یہ فرماتے تھے کہ اگر انگلستان نہ رہا تو آزادی ہند کس مصرف کی یا اب وہ طرز عمل جاری ہے کہ گویا دشمن کو کھلی دعوت دی جا رہی ہے اور دفاع ہند کو ہر طریقہ سے روکا جا رہا ہے۔

(۷) جنگ شروع ہوتے ہی برطانیہ کی غیر مشروط امداد کا وعدہ کر بیٹھے پھر رفتار جنگ اس کے خلاف دیکھ کر ایک دم پلٹ پڑے اور مطالبہ اور دھمکی شروع کر دی اور اپنے وعدے کو بے وقوفی تسلیم کر کے نوش فرما گئے۔

(۸) گزشتہ جون یا اس کے قریب ارشاد ہوتا ہے کہ انگریز ہندوستان چھوڑ دیں، پھر جلد اس کے بعد یہ کہتے ہیں کہ انگریزوں سے چلے جانے کا مطالبہ داخل تشدد (ہمسا) ہے جس کا خیال بھی ان کے فلسفہ میں ممنوع ہے بعدہٗ جب برطانیہ نے آزادیٔ ہند کا اور ایفائی وعدہ کی میعاد کا مطالبہ مان لیا تو بھی (چونکہ اب رفتار جنگ اور زمانہ برطانیہ کے خلاف تھی) راضی نہ ہوئے بلکہ اور زیادہ کڑے پڑ گئے اور اب دوبارہ (اور اس دفعہ دھمکی سے) حکم ہوتا ہے کہ ہندوستان فوراً خالی کر دو۔

(۹) ایک سانس میں کہتے ہیں (کیونکہ کانگریس کا کہنا ان کا کہنا ہے) کہ کانگریس کا یہ مطالبہ

محض دفاع ہند کی خاطر ہے کیونکہ بغیر مکمل آزادی کے ہر فرد جان و مال قربان نہ کرے گا دوسری سانس میں فرماتے ہیں کہ آزادیٔ ہند کا مقصد ساری دنیا کو (جس میں ہندوستان شامل ہے) غیر مسلح کرنا ہے۔

(۱۰) کہنے کو تو ڈیماکریسی کے شیدائی ہیں مگر واقع ہوئے ہیں ڈکٹیٹر اور ایسے ڈکٹیٹر کہ بیچارے کانگریس کے پریسیڈنٹ ایک کاٹھ کی پتلی بنے ہوئے ہیں جو دوکان کی کھڑکی میں نمائش کیلیے رکھی ہوئی ہے اور استاد جی کے پیچھے مجبرانوازی کا کام بااحسن وجوہ انجام دیتے ہیں

(۱۱) ہندوستان کی حفاظت اور حمایت کا بڑا دعویٰ ہے مگر جو لوگ واقعی دفاع ہند میں خون بہا رہے ہیں اور جانیں دے رہے ہیں (جن میں مسلمان اور سکھ سب سے آگے ہیں) اُن کی گالی سے بدتر توہین یہ کہہ کر کرتے ہیں کہ یہ لوگ کرایہ کے ٹٹو ہیں اور اس قول سے جاپان کا دل بڑھاتے ہیں کہ ہندوستان کی معاونت جبری تعاون ہے۔ ماشاءاللہ کیا راست گوئی ہے اور کیا خوب یہ ست کا مظاہرہ ہے کہ جو لوگ لطیب خاطر اور بلا وجود روڑے اٹکانے کے اور رات و دن کے ناپاک کانگریسی پروپاگنڈا کے ہزاروں کی تعداد میں روزانہ بھرتی ہو رہے ہیں یا دوسری ڈفنس کی جماعتوں میں حصہ لے رہے ہیں اور اس طرح ہندوستان کو راہ آزادی پر چلا رہے ہیں وہ لوگ تو بیگار والے پکارے جائیں اور جو لوگ کانگریسی راج میں جبریہ قانون کے ماتحت پکڑ پکڑ کر بھرتی کیے جائیں گے اور جن کا مال و دولت زبردستی لیا جائے گا (کیونکہ فقط یہی معنی اس کے ہو سکتے ہیں کہ حکومت ہمارے ہاتھ میں دو تب ہی ٹوٹل وار کرائی جائیگی)

ایسے لوگوں کی شرکت برضا، و رغبت کہی جائیگی۔

(۱۲) ایک مثال اس مہاتمائی سچائی کی دیکھو کہ اس پر اڑے ہوئے ہیں کہ ہندوستان کو فوراً مکمل آزادی دیدو یہ کہ کانگریس ہی ہندوستان ہے اور کانگریس کی مالک اسکی کمیٹی ہے اور کمیٹی کے کرتا دھرتا ہم مہاتماجی ہیں لہذا برطانیہ بلا قیل وقال ہندوستان کی قسمت اُن کے اور اُن کی کمیٹی کے ہاتھ میں دیدے۔ دس کروڑ مسلمان اور اسی قدر نیچ ذات اور مختلف پارٹیاں جو اُن کے خلاف ہیں اور کروڑ ہا امن پسند کاشتکار جنکو پالیٹکس سے نہ مس ہے نہ سروکار مہاتماجی کے حساب کتاب سے بالکل خارج ہیں۔ ......

(۱۳) اہمسا کے ایسے زبانی شیدائی ہیں کہ ایک گال پر کوئی طمانچہ مارے تو دوسرا بھی کردیں اور تشدد خیال میں لانا بھی منع ہے مگر عمل یہ ہے کہ اُن کے پیرووں نے لوٹ مار آتشزدگی تباہی قتل و غارت کا بازار سارے ہندوستان میں گرم کیا مگر اُن کی زبان بند رہی۔ ہمالیہ برابر غلطی کا اعتراف تو جھٹ سے کرلیا تھا مگر آسمان برابر غلطی اُن کو دکھائی بھی نہیں دیتی۔

اسی ضمن میں ممدوح کا مضمون بعنوان (ہر جاپانی سے خطاب) مطبوعہ اخبارات مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۴۲ء بڑا سبق آموز ہے۔ اس کو بعض انگریزی اخبارات نے دھوکہ کھاکر اس سرخی سے چھاپا ہے کہ (ہندوستان میں جاپانیوں کا کوئی خیر مقدم نہ ہوگا) زبانی شعبدہ بازی اور لفظی جمناسٹک میں مہاتماجی کی فضیلت مسلم ہے مگر حیلہ جوئی اور ٹال مٹول میں اس دفعہ کی کوشش اُن کے لیے بھی آخری حد کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہے۔ اس مضمون کا ظاہری منشا تو جاپانیوں کو

متنبہ کرتا ہے کہ اُن کو ہندوستان میں کسی خیر مقدم کی توقع نہ ہونا چاہیے لیکن اُس کے درس سے مطلق کوئی شبہ نہیں رہتا کہ اصلی مقصد بالکل کچھ اور ہے۔ اپنے مضمون موسوم بہ (ہر برطانوی سے خطاب) میں انھوں نے انگریزوں کو صلاح دی تھی کہ چپکے سے برطانیہ کو جرمنوں کے حوالہ کر دیں اور یہ کہنا بالکل بجا ہوگا کہ اس مضمون میں وہ انگریزوں کو دھمکی دیتے ہیں کہ بچون چرا کانگریس کی معرفت ہندوستان جاپانیوں کو سونپ دیں۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ واردھا رزولیوشن کا جو اثر متحدہ اقوام پر ہوا تھا اُس سے مہاتما جی کچھ بے چین سے ہو گئے اور یہ ضروری سمجھا کہ جو شکوک پیدا ہو گئے ہیں اُن کا ازالہ کریں۔ اور اپنی پارٹی کے مقاصد اور اعمال کی چکنی چپڑی توجیہوں سے اپنا نامۂ اعمال صاف کریں۔

جو شخص اس مضمون کو غور سے پڑھے گا اُس کو صاف ظاہر ہوگا کہ یہ نام نہاد جاپان کو تنبیہ اُس "عظمت محبت اور خیر سگالی" سے پُر ہے جو مضمون نگار کو ملک مذکور کے ساتھ ہے درانحالیکہ سارے مضمون میں ایک جملہ بھی ایسا نہیں ہے جو اقوام متحدہ کیلیے باعث اطمینان ہو سکتا ہو۔ بیشک گاندھی صاحب کو تکلف کے ساتھ یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ انگریز جذبہ انصاف سے بے بہرہ نہیں ہیں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میری تحریک انگریزوں کو پریشان کرنے کیلیے نہیں ہے یہ کہ انگریزی فوج کا ہندوستان میں رکھنا محض یہ ثابت کرنے کی غرض سے منظور کیا گیا ہے کہ مجھ اتحادیوں کے مقاصد کو نقصان پہونچانا نہیں ہے یہ کہ جاپانیوں کا ہندوستان میں کوئی خیر مقدم نہ کرے گا اور یہ کہ اُس تمام قوت سے جو یہ ملک جمع کر سکتا ہے میں تمکو روکنے میں دریغ نہ کرونگا مگر کیا عجب یہ چند کھلی میٹھی باتیں محض زہریلا پیالا پلانے کے واسطے نہ ہوں۔

دوسری طرف دیکھیے تو یہ مضمون جاپانیوں کے ساتھ طرفداری ہمدردی اور مہربانی سے لبالب ہے جیساکہ حسب ذیل ملفوظات سے ظاہر ہوگا۔

(۱) ۱۸ سال کی عمر سے گاندھی جی کو جاپانیوں سے تعشق رہا ہے۔

(۲) ممدوح جاپانیوں کے اس "قابل قدر حوصلہ" کے مدح سرا ہیں کہ "وہ دول عظمی کی صف میں درجہ حاصل کریں" (یعنی دوسرے لفظوں میں وہ جاپانی امپیریلزم کے مداح ہیں) اور جاپانیوں کی چینیوں پر تعدی اور اُن کا محوریوں سے اتحاد صرف "اُس تمنا کی زیادتی ہے" اور بس!

(۳) موت تک کا خطرہ مول لے کر وہ اپنے محبوب جاپانیوں کے پاس جانے، اُن کو اپنے مشورہ سے مستفید کرنے اور اُن سے اُس زیادتی پر بحث کرنے کی (جو نا سمجھی سے چینیوں پر وہ کر رہے ہیں) آرزو سے اُن کا دل لبریز ہے مگر کیا کریں کہ اُن کو آزادی حاصل نہیں ہے اور وہ نفرت انگیز برطانوی امپیریلزم سے برسرپیکار ہیں۔

(۴) وہ جرمن اور جاپانی فیسزم کے صرف اُسی قدر خلاف ہیں جتناکہ برطانوی امپیریلزم کے اور ان دونوں میں فرق نہیں کرتے۔

(۵) اُن کو اس بات کی آس ہے کہ چونکہ جاپانیوں کو آزادیِ ہند کی فکر ہے برطانیہ کا آزادیِ ہند کو تسلیم کر لینا ہندوستان کو جاپانی حملہ سے بچا سکتا ہے۔

(۶) اگر وہ برطانیہ سے انصاف کے نام پہ (جس کا احساس شاید ابھی اُس میں باقی ہو) اپیل کرتے ہیں تو وہ اُس سے اپنے اقوال کا ثبوت طلب کرتے ہیں۔ دوسری جانب جاپانیوں سے

اُن کا اپیل انسانی ہمدردی کے نام پر ہے جس کا امتحان جاپانیوں نے دُنیا کی اس سب سے بڑی جنگ میں شایانِ شان کے ساتھ پاس کر لیا ہے۔

(۷) "جاپانیوں کے ہاتھوں چین کی بیدردانہ تباہی" کا خیال کرتے ہوئے اُن کا دل بہت دُکھتا ہے مگر (ٹھیرو) یہ صدمہ مشروط اس پر ہے کہ ان خبروں پر یقین کیا جائے۔ گزشتہ ہنجسالہ جاپانی وحشیانہ سرکار ڈسکا گریس کی ریزولیوشنوں میں ہے اس کا اقبال جنتی کہ ارشل اور ماوام جنگ کو شک کی شہادت پر سب مل کر اس امر میں گاندھی جی کے شکوک رفع نہیں کر سکتے (شاید اس لیے کہ متحدہ اقوام سے بھی وہ خبریں پہنچی ہیں) اُن کا دل چاہتا ہے کہ اُن کے پیارے ننھے ننھے جاپانیوں کے حق میں "سخت غلط بیانی" کی گئی ہو گی جبکہ یہ کہا جاتا ہے کہ سوائے "تلوار" کے اور کسی کی وہ نہیں سنتے ہیں۔ اور اُن کو فطرتِ انسانی پر (غالباً جاپانی مار کر کے فطرت پر خاصکر) "لافانی بھروسہ" ہے اور وہ یقین رکھتے ہیں کہ جاپانیوں کے دل پر اُن کی بات کا حسب مراد اثر ہو گا۔

(۸) وہ جاپانیوں کو مطلع کرتے ہیں کہ بغیر اعلان آزادیِ ہند اقوامِ متحدہ محوریوں کو شکست نہیں دے سکتی ہیں، یہ کہ گاندھی صاحب اور اُن کی "اہم پارٹی" اجنبی حاکم سے خوفناک کشمکش میں مبتلا ہیں (لفظ دوستانہ جو پہلے تھی کا ہے ترک کیا گیا ہے) اور یہ کہ ہندوستان کی جنگی جدوجہد "غضبناک ہندوستان کا جبری [illegible] تعاون سمجھنا چاہیے"۔ یہ جبکہ جاپان کو دعوت نہیں تو اور کیا ہے۔

(۹) وہ انگلستان کو ایک لاینحل مشکل میں پھنسانا چاہتے ہیں اس لیے کہ اُن کے خیال میں جب تک ہے تہی اور جنگی فنی تکمیل میں وہ جاپانیوں کو نہ ہرا دیں اتحادی یہ لڑائی جیت نہیں سکتے

لیکن اگر وہ جاپانیوں کو ان باتوں میں ہرا دیں تو پھر اتحادیوں کا یہ قول باطل ہو جائے گا کہ ڈیماکریسی کے واسطے وہ دُنیا کو بچائیں گے۔

(۱۰) سارے مضمون سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ گاندھی جی وہی ہیں جس حیثیت سے اُنھوں نے مضمون پر دستخط کیے ہیں یعنی "تمھارا دوست اور بہی خواہ" لیکن ایک مشہور ہندوستانی مثل کے بموجب اپنے دشمن کا دوست بھی ویسا ہی دشمن سمجھا جاتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ گاندھی جی کی تحریک کا صریح مقصد اور منشاء "برطانوی امپیریلزم سے مقابلہ ہے تاکہ دُنیا کو جس میں لامحالہ ہندوستان شامل ہے مسلح ہونے سے بچایا جائے" جب یہ مقصد حاصل ہو جائے گا تو ہندوستان ایک پکے پھل کی طرح جاپانی بھو کے منہ میں خود گر پڑے گا کسی بحث، رزولیوشن یا ان کو آپریشن کے تماشے کو سر اُٹھانے نہ دیا جائے گا اور مکھی کے ڈنک سے زائد اُس سے کسی کو نقصان نہ پہونچے گا۔ بہر حال جاپانی حملہ کی مہم اس لیے فوجیں اُتارنے میں دیر نہ لگائے گی کہ بندرگاہ پر خوشامدی اڈریس ابھی نہیں آ پہونچا ہے۔

ان حالات میں اس اصرار اور تکرار کو کوئی کیا سمجھے کہ اتحادیوں کو پریشان کرنے کی کوئی خواہش نہیں ہے بلکہ "اُس ساری قوت سے جو ہندوستان بہم پہونچا سکتا ہے حملہ آور سے لڑنے کی خواہش ہے" لیکن کوئی زبان کیسے کھولے "کیونکہ بر دلش بڑا شریف آدمی ہے"

آخر جون ۱۹۴۲ء کے ہریجن میں مہاتما جی کا ایک مضمون ہے جس میں اور بھی نادر عجائبات پائے جاتے ہیں دیکھیے۔

(۱) وہ لکھتے ہیں کہ "یہ بات کسی کی سمجھ میں نہیں آئے گی کہ جب انگریز اعلان آزادیٔ ہند

کردیں گے تو اُس کے بعد اتحادیوں کو جنگی کارروائیوں کی کیا ضرورت باقی رہے گی اور یہ کہ ہندوستان کو اپنی حفاظت کیلیے فوج کی ذرّہ برابر ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہمارا جاپانیوں سے کوئی جھگڑا نہیں ہے" اس کے متناقض اس مضمون میں یہ درج ہے کہ اتحادی فوجوں کے یکایک چلے جانے سے ممکن ہے کہ ہندوستان پر جاپان قبضہ کرلے اور چین کا خاتمہ ہوجائے اور یہ کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ عدم تشدد کے ذریعہ ہندوستان جاپانی حملہ سے بچ سکتا ہے۔ علاوہ اس صریح متناقض کے کیا یہ ذہنیت جاپانی پروپاگنڈا پر ایمان لانا نہیں ہے اور کیا گورنمنٹ آف انڈیا کے ہندوستانی ممبر جو سب پبلک لیڈر ہیں اور ملک کی باقی سب پارٹیاں اور اُن کے لیڈر اور خودمختار صوبوں کی وزارتیں اور دیسی ریاستیں اور درحقیقت ۹۹۹۹ فی لاکھ عام لوگ جو بچاؤ کیلیے فوج کو ضروری سمجھتے ہیں ہندوستانی نہیں ہیں اور کیوں حرف غلط کی طرح بُھلا دیئے گئے ہیں؟ اس کا جواب بظاہر مشکل معلوم ہو مگر غور کرنے والے پر ظاہر ہے یعنی جس کا پیشتر اشارہ ہوچکا ہے کہ ہندوستان مساوی ہے کانگریس کے اور وہ مساوی ہے اُس کی کمیٹی کے اور یہ کمیٹی مساوی ہے گاندھی جی کے لہذا گاندھی جی مساوی ہیں ہندوستان کے بس اُن کے ماسوا سب کچھ صفر اور ہیچ ہے مگر ان ہیچ اور کالمعدوم ہستیوں کو تو کچھ ایسا سنائی دیتا ہے جیسے "جاپانیوں کا دوست اور بہی خواہ" اُن کو دعوت دے رہا ہے۔

(۲) وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر میری تجویز کے موافق انگریز ہندوستان اور افریقہ کو چھوڑ دیں تو اُن کو لڑائی کی کوئی ضرورت ہی نہ رہے گی۔ یہ اُن کی بات سولہ آنے سچ ہے کیونکہ جیسے برطانیہ کے ایشیائی متروکہ ممالک پر جاپان قبضہ کرلے گا ویسے ہی افریقہ کے چھوٹے ہوئے

ملکوں کو جرمنی اور اٹلی دبا لیں گے جس کے بعد برطانیہ خود حرف غلط کی طرح مٹ جائے گا لٹنے بھڑنے والا اُس وقت کون رہے گا اور اس طرح باقی دونوں ایکسس کی طاقتیں بھی دوست اور بہی خواہ کی مفید سرگرمیوں سے محروم نہ رہینگی ۔۔۔ کیا یہ اقوال ٹوجو کی ۶ اپریل ۱۹۴۲ء والی تقریر کی صدائے بازگشت نہیں سُنائی دیتے جس میں اُس نے ہندوستانیوں کو آزادی حاصل کرنے کے لیے اس سنہری موقع کو نہ چھوڑنے کی تاکید کی ہے اور پھر دھمکایا ہے کہ اگر انگریز ہندوستان میں رہے تو ہندوستان کو جنگ کی تباہیاں بھگتنا ہونگی۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ اس قدر نیک آدمی ٹوجو کی بات پر اس فرطی سے ایمان لے آئے اور اُس ہی روز کی ریڈیو تقریر کو جو جاپان کے پروپاگنڈے کے سردار ٹوماکا زوہوری نے شایع کی نظر انداز کر دیا گیا جس میں اُس نے کہا ہے کہ ہندوستانی فوج کس کے قبضے میں رہے اس سے کوئی فرق نہیں آتا۔ جاپان کا کام تو فقط اُس فوج کو پیس ڈالنا ہے"

(۳) ڈاکٹری والوں سے تو اس قدر مشتبہ ہیں کہ اتحادیوں سے ثبوت طلب کیا جاتا ہے کہ ہندوستان کے بچاؤ کے لیے فوج کی ضرورت ہے بلکہ پیشی ثبوت سے پہلے فیصلہ بھی دیدیا جاتا ہے کہ کوئی انسان یہ نہیں مان سکتا کہ ہمکو فوج کی ضرورت ہے مگر کس سادہ لوحی سے اور ایکسیس پر کس عنایت سے فرماتے ہیں کہ "یہ کس کو معلوم ہے کہ اگر برطانیہ میری تجویز مان لے تو ابھی فعل سے لڑائی کا معقول خاتمہ نہ ہو جائے گا اور ایکسیس والوں کی ذہنیت تک تبدیل نہ ہو جائے گی (ایک جگہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ کون جانتا ہے کہ آزاد ہندوستان کے سمجھانے سے جاپان چین کے ساتھ انصاف نہ کرے گا) ادب سے گزارش ہے کہ معمولی انسانوں کو یہی

باریک باتوں کا کیا پتہ ان پہیلیوں کو تو کوئی مہاتما بوجھے یا وہ جو ایمکسیس والوں کا "رازدار دوست اور بہی خواہ" ہو۔

(۴) وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ جاپانی قبضہ ہندوستان کا احتمال ہے اور عدم تشدد سے حملہ آور نہیں رک سکتا ہے مگر پھر بھی ضد ہے کہ ہم کو فوج کی ضرورت نہیں تم اتحادی اگر ضرورت سمجھو تو فوج رکھو مگر فقط اُن غیر معین شرائط پر جو ہندوستانی (یعنی کانگریسی) حکومت عائد کریگی بالفاظ دیگر مکھیوں کو اجازت ہے کہ مکڑی کے جالے میں شوق سے آکر پھنسیں۔

(۵) ایمکسیس پر تو مہاتمائی نوازشات کی یہ بوچھار ہے اور برطانیہ سے یہ بدظنی کہ اگر وہ ایشیا اور افریقہ سے رخصت ہونے پر راضی نہیں تو انصاف کی رو سے وہ فتح کا مستحق نہیں ہے" ذہن شریف میں یہ کیوں نہیں آتا کہ ایشیا افریقہ کو چھوڑ کر لڑائی جیتنا ہرگز ممکن نہیں اُس وقت آپ کی بخشی ہوئی استحقاق فتح کی سند کس مرض کی دوا ہوگی۔ اس بات پر بھی توجہ کیوں نہیں فرماتے کہ ایشیا تو ایک طرف افریقہ کے بھی اجارہ دار جناب عالی کیسے بن بیٹھے۔ مانا کہ اقلیدس کے ایک اصول سے ہندوستان اور آپ تو ایک چیز ہو گئے لیکن وہ کونسا منتر یا شعبدہ ہے جس سے آپ ایشیا افریقہ سب کچھ بن بیٹھے۔ نہ کوریا منگولیا چین اور عرب ممالک کی خوشنودی ہے نہ جنوبی افریقہ ابی سینیا مصر طرابلس الجیریا اور مورا کو کا خیال ہے فیلڈ مارشل اسمٹس برطانیہ کے سب سے بڑے مددگار رہیں تو ہوں الجیریا اور مراکو برطانیہ کو لبیک کہیں تو کہیں مصر حجاز اور عراق دوستی اور شکر گزاری کا دم بھریں تو بھریں مگر مہاتمائی رضامندی اور خیر اسی میں ہے کہ ان سب کی گردن ایکسیس کے پھندے میں پڑنے دو۔

لیکن گستاخی معاف جن بزرگ کے یہ کارنامے ہوں وہ اس معقولی شکنجہ سے کیسے نکل سکتے ہیں کہ یا تو وہ عقل و دانش سے بے بہرہ ہیں یا اُن کی نیت سالم نہیں ہے

جس قوم کے رہنما ایسے ہوں اُس کے عوام کا جو خستہ حال ہو تھوڑا ہے جن بیچارے جہلا کو چالیس سال سے یا نو عمروں کو بچپن ہی سے انگریزوں کے ساتھ نفرت و بغض کا سبق کانگریس پارٹی نے رٹایا ہے اُن کے دماغ ماؤف ہوگئے ہیں اُن کو جھوٹ سچ نفع نقصان سے بحث نہیں ہے۔ اُن کو تو انگریزوں کے موافق کوئی بات سُننا ہی نہیں ہے۔ بس ایسی خبروں کا یقین نہیں کرتے۔ انگریزوں کی جیت اُن کا دل نہیں چاہتا لہذا اُس کے خیال کیلیے اُن کا سر معقل ہے۔ شب و روز دشمنوں کی خیر خواہی میں گزارتے ہیں۔ دشمن کو نا قابلِ شکست مانتے ہیں۔ یہ اچھے خاصے پانچویں کالم والے ہیں اور باوجود قوانین کے کافی مخالف پروپاگنڈا جاری ہے۔ یقیناً آخری اتحادی کامیابیوں سے یہ مفسد ذرا ڈگمگا گیے ہیں لیکن اپنی حرکات سے باز نہیں آتے۔ ان میں ہر طبقہ کے لوگ ہیں، چنانچہ جاپانی حملہ سے چند روز بعد ایک متمول مسلم بساطی صاحب جرمنوں کی بڑی تعریفیں بھگارتے رہے تھے اور برطانیہ کے سرمنیکا خالی کرالینے کو ہیچ قرار دے رہے تھے جب انھوں نے عقل کی کوئی بات نہ سُنی تو کہا گیا کہ کیوں جرمنی کی خیر خواہی میں اپنا وقت گنواتے ہو تمہارا اُس سے بڑا فاصلہ ہے اگر دشمنوں ہی کی دُعا گوئی تمہارا فرض ہے تو لو تمہاری دعا اب جاپان کی طرف سے قبول ہوئی جاتی ہے کیونکہ ہندوستان کو تو اُس ظالم سے سب سے بڑا اندیشہ ہے۔ اُس کے بعد جب جاپان کی فتوحات بڑھتی گئیں ان حضرت کی باچھیں کھلتی گئیں لیکن حال میں اُل کی

شکست کے بعد جب اُن سے پوچھا گیا کہ تمھارے ایک ممدوح کی تو خوب درگت بنی انشاءاللہ
دوسرے کا بھی وقت آئیگا تو بولے کہ ابھی کیا ہوا ہے ابھی اُس کے پاس بہت ملک ہے۔ ایک
ہمارے دوست جو ہماری پنشن پاتے ہیں جنرل آکنلاک کی شکست لیبیا کے بعد بولے
کہ اب جرمن نہیں رُک سکتے سیدھے کاکیس اور ہندوستان آئنگے پہلے یہ بھی فرما چکے تھے
کہ یہ ہماری لڑائی نہیں ہے ہندوستانی کیوں مدد کریں، اُن سے کہا گیا کہ صاحب یہ غلط
ہے قطعی ہماری لڑائی ہے۔ اس پر ہمارا اپنا بگڑنا۔ آزادی و غلامی۔ امن و بدامنی منحصر ہے
مگر اُنھوں نے ایک نہ سُنی تو کہنا پڑا کہ حضرت یہ آپ کی لڑائی اس لیے ہے کہ انگریز تو
بادشاہ سے لے کر قلی تک اپنا گھر بار مال و متاع اور جان تک قربان کر رہے ہیں اور
آپ یہ موٹا سگار پی رہے ہیں۔ کیبرے کی محفل گرم کرتے ہیں تیس روپیہ بوتل والی
وسکی پیتے سات کورس کا ڈنر نوش فرماتے اور اس ہندوستانی پیرس کے مزے اُڑاتے
ہیں یہ سب کچھ انگریزی جدوجہد کی بدولت نہیں تو کیا ہے اور بغیر اُس کے آپ اور آپکا
سگار کہاں ہوتا اس پر جھنجھلا کر (argumentum ad hominem)
پر اُتر آئے کہ آپ تو اپنی جائداد کی وجہ سے یہ باتیں کرتے ہیں۔ اُن کو جواب ملا کہ ہم کب کہتے
ہیں کہ ہم کو اپنی جائداد عزیز نہیں ہے۔ مگر شاید آپ کو اپنا سگار اور پنشن بھی اُسی قدر
عزیز ہو اور کچھ نہیں تو اللہ انھیں کے واسطے رحم کیجیے۔ ایک تیسرے صاحب جائداد
ہندو تاجر صاحب جن کا ذکر (عقل سے اپیل) میں آچکا ہے اگست سنہ ۱۹۴۰ء میں کہتے تھے
کہ انگلستان مٹی کا ڈھیر ہو گیا اُس کی نجات کی کوئی سبیل نہیں ہے۔ اُن کو اپنی نرد پہ

گوارا نہ تھی بحث میں گرم ہوتے تھے اُس وقت یہ کہکر قصہ ختم کر دیا تھا کہ ٹھہرو وقت آنیوالا
ہے اُس وقت بات ہو گی چنانچہ اب گفتگو ہوئی تو بیچارے قائل تھے اور انصاف پسندی سے
کام لے کر اپنی نادانی اُنھوں نے اب ۲ دو برس بعد تسلیم کر لی۔

اس قسم کی بے شمار مثالیں ہیں نتیجہ یہ ہے کہ یہ فخر فقط ہندوستان کو حاصل ہے کہ
اس لڑائی میں جو درمیان کجی و راستی۔ بدی و نیکی شیطنت و انسانیت۔ درندوں اور انسانوں
فیسزم اور ڈیماکریسی کے ہے جبکہ سوائے محوریوں کے دنیا کے اکثر ملک اتحادیوں کے ساتھ ہیں
ہندوستان کی بڑی پارٹی اقوام متحدہ کے خلاف اپنا سارا زور صرف کر رہی ہے اُن کی جنگی
کوششوں کو ہر ممکن طریقہ سے روک کر کجی بدی شیطنت درندوں اور فیسزم کا ہاتھ بٹا رہی ہے
اور ہندوستان کی واحد نمائندہ ہونے کے دعوے سے اس ملک کو شرمندہ اور بدنام کر رہی
ہے۔ روس اور چین کی ہمدردی کی رزولیوشنیں پاس کرتی ہے لیکن جب اُن کی مدد کا بندوبست
کیا جاتا ہے تو ان کو آپریشن کھڑی ہوتی ہے کبھی کہتے ہیں ہمارا جاپان سے کوئی جھگڑا نہیں ہے
وہ حملہ کیوں کرنے لگا کبھی یہ کہ جاپان سے بڑا خطرہ ہے انگریز ہندوستان کا دفاع نہیں
کر سکتے اس لیے حکومت کانگریس کو دو اور رخصت ہو تب دفاع ہند ممکن ہو گا۔ ماشاءاللہ
کیا راست گوئی ہے اور کیا فہم و ادراک کہ جو ملک صدہا سال سے اجنبی فاتحین کا ہو لانگاہ
رہا ہے جس کی مخلوق کو چوتھائی صدی سے یہ تلقین ہے کہ تشدد کا خیال دل میں بھی نہ گزرے
خواہ ملک کی کچھ ہی درگت بنے۔ جہاں پٹنے اور رونے پیٹنے کو ایک فن نفیس بنا رکھا ہے اور
جہاں عرصہ سے یہ شکایت چلی آ رہی ہے کہ ہائے ہمکو عورت بنا دیا ہے اور لڑائی کے قابل

نہیں چھوڑا وہ ملک ایسے کڑے وقت میں کانگریس کے ہاتھ باگڈور آتے ہی ایک دم جاپان جیسی طاقت کو تنہا زیر کر لے گا لیکن اگر انگریزوں کی مدد اور رہبری رہی تو بس ڈوب جائے گا۔ انگریزوں کے خلاف بارہا یہ طعنہ سُنا گیا ہے کہ ہر جگہ پسپائی ہے یہ کمبخت لڑ ہی نہیں سکتے (The blighters cannot fight)

اوّل تو یہ طعنہ اہنسا والوں کی زبان سے بہت معیوب ہے، دوسرے یہ سراسر جھوٹ ہٹ دھرمی بغض و کینہ پر مبنی ہے۔ اصل حالت بالکل دگرگوں ہے۔

انگریزوں کی تاریخ لائق فخر کارناموں سے پُر ہے۔ اُنھوں نے بارہا کمزوروں کی دستگیری کی دُشمنوں کو دوست بنایا محکوموں کو خود مختاری دی۔ رسم غلامی سے انسانوں کو آزاد کرایا ہے۔ یورپ کو چند دفعہ ظالم فاتحین سے نجات دلا کر اُس کی آزادی از سرِ نو قایم کی ہے مگر جو کارنامہ کہ اُن سے اس جنگ میں ظہور میں آیا وہ سارے پچھلے رکارڈ سے برتر و اعلیٰ ہے اور آنے والی انگریز نسلیں جس قدر اُس پر ناز کریں اور مظلوم ممالک جس قدر شکر گزار ہوں تھوڑا ہے مگر اس کیلیے چشم بصیرت چاہیے اور بغض و کینہ کے جذبات سے دل صاف ہونا ضروری ہے، ورنہ من کی آنکھیں اندھی رہیں گی اور دوپہر کا سورج بھی دکھلائی نہ دے گا۔ اگر انگریز لڑنا نہیں جانتے اور بزدل ہیں تو باوجود فقدان ہوائی طاقت کے ڈنکرک سے ساری فوج کو دشمن کی بری بحری اور ہوائی طاقت کے دانتوں میں سے کیسے نکال لائے، یہ شکست سیکڑوں فتوحات سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ باوجود انگریزی ہوائی بیڑہ کی نہایت کمزوری کے جنگ برطانیہ کیسے جیتی یورپ کی دولت عظمیٰ اٹلی کی افریقی امپائر کے بخیے کیسے اُڑا دیے

اپنی ہستیاں کو ظالم کے ہاتھ سے کیسے چھڑایا خود اٹلی میں تباہی و بربادی کیسے پھیلادی۔ بغیر ایک مصری کی نکسیر پھوٹے جرمن حملہ سے مصر کا کیسے دفاع کیا جرمنی کے سب سے بڑے سورما جنرل رال کو (جس کا خاص شکریہ ہٹلر نے جلسۂ عام میں ادا کیا تھا اور جس کو اعزاز سے لاد دیا تھا) کس نے نیچا دکھلایا۔ دُنیا کی سب سے بڑی سمندر پار کی لاثانی مہم بغیر کسی حادثہ کے پہونچاکر ہزاروں میل کا شمالی افریقہ کا ملک چٹکیوں میں کیسے لے لیا اور اب ٹیونس میں جرمن کس کے نرغہ میں پھنسے ہوئے ہیں یونان سے مدد کی صدا سُن کر (لیبیا کی مہم کو خطرہ میں ڈال کر اور جان بوجھ کر کہ یونان میں جرمنی کی طاقت اُس وقت زیر نہیں ہوسکتی تھی) محض فرض شناسی اور دلاوری کے جذبہ سے کون دوڑ پڑا۔ یونان کے بعد براہ شام روسی تیل کے چشموں تک پہونچنے کا جرمن منصوبہ کس نے خاک میں ملا دیا۔ مراکو سے لیکر ایران تک چھوٹی چھوٹی مسلم ممالک کو کس نے محوریوں کے نحس وجود سے چھٹکارا دلایا۔ پرنس آف ویلز اور ریپلس کس کے جہاز تھے اور اُن کے افسر اور ملّاح کون تھے جنھوں نے (یہ جانتے ہوئے کہ بغیر ہوائی حفاظت کے ۹۹ فی صدی وہ خودکشی کو جارہے ہیں) اپنی شجاعت حب وطن اور فرض شناسی کا وہ ثبوت دیا ہے کہ باوجود ان جہازوں کی غرقابی کے اُن کی دلیری برطانیہ کی تاریخ میں یادگار رہے گی وہ مسولینی کے گیڈر نہ تھے کہ مخالف کو دیکھ کر جھٹ سے سٹاک جاتے بلکہ غیر محفوظ ہوتے ہوئے بھی دشمن پر خود چڑھ دوڑے نہ وہ جرمن تھے کہ گراف اشپے کے کپتان کی طرح چھوٹے جہازوں سے ہٹ کر بھاگتے اور پھر اپنا جہاز ڈبو کر خودکشی کر لیتے۔ سنگاپور ملایا اور برما میں باوجود انتہائی بے سروسامانی اور قلت افواج اور معدومی ہوائی طاقت کے

اس سختی سے مقابلہ کس نے کیا جس کی بدولت آج تک ہندوستان جاپانی حملہ سے محفوظ ہی اور اُس میں ایسے چین و امن کا دَور دورہ ہی جو یورپ اور باقی ایشیا کو نصیب نہیں ہی۔ مالٹا کی محیر العقول مدافعت اور لافانی شجاعت کا سہرہ کس کے سر ہی جس کی شہرت سے سارا عالم گونج رہا ہی اور ابدالآباد تک گونجتا رہے گا۔ جنگ اٹلانٹک میں محوری بحری ڈاکوؤں سے تین سال سے کامیاب مقابلہ کون کر رہا ہی اور لکھوکھا ٹن کے جنگی اور تجارتی جہاز اور ہزاروں کپتان و ملاح کس کے ڈوب چکے اور ڈوب رہے ہیں جبکہ باقی بے جگری سے بحری قافلوں کے کام میں بدستور مصروف ہیں۔ روس کو وہ سامان جنگ کس نے پہونچایا جس کی بدولت روسی فوج کی لاثانی شجاعت اور مخلوق کی بے نظیر ہمت و جانفشانی ایسی کارگر ہوئی کہ جرمنی کے دانت ہی کھٹے نہیں کر دیے بلکہ روسی سرزمین کو جرمن فوج اور سامان کا قبرستان بنا دیا۔ کیا آرام کرسی پر لوٹتے ہوئے طعنہ زنوں کو معلوم نہیں ہی کہ بعض دفعہ آدھا قافلہ سمندر کی تہہ میں پہونچ گیا ہی تب آدھا منزلِ مقصود پر پہونچا ہی مگر آفریں ہی برطانویوں کی ہمت مردانہ پر کہ کسی حال اور کسی آزمائش نے اُن کا منہ نہ موڑا۔ ایک وہ وقت بھی تھا کہ جن چیزوں کی دفاع انگلستان کے لیے ضرورت تھی وہ بھی روس کو روانہ کرتے رہے اور اُس کے لیے ہوائی جہازوں کے بعض اجزا کافی مہیا کرنے کی غرض سے اپنے بہت سے ہوائی جہازوں کو بیکار کر کے ڈال دیا۔ ان باتوں پر بیساختہ منہ سے نکلتا ہی کہ این کار از تو آید و مرداں ہمی کنند۔ مگر ہمارے زبان دراز سیاست باز بے تکلف اور مزے لے لیکر آواز کستے ہیں کہ ان کمبخت انگریزوں سے لڑا نہیں جاتا۔ ان کا وہی حال ہی کہ مدعی سست گواہ

چُست، اس لیے کہ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ نو دنا تنزی انگریزی جوانمردی کی داد دینے سے نہ رہ سکے ہیں گورنگ کو یہم زدہ علاقہ میں انگریزوں کی تقلید کا اپیل کرنا پڑا ہے اور ہٹلر خود مانتا ہے کہ برطانوی فوج نے کبھی ہتھیار نہیں ڈالے ہیں۔

اگر ان لوگوں کو یہ خبر نہیں ہے کہ برطانیہ کی سعی جنگ کے بارہ میں دنیا کی کیا رائے ہے تو چند باتیں ہم سناتے ہیں:۔ (۱) امریکن رسالہ لائف برطانیہ کی جنگ میں رہنمائی کی داد دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ اگرچہ زمانہ ماضی میں امریکن ہمیشہ یقین سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اُن کی قوم کے کارنامے لاجواب ہیں لیکن اس وقت ہیں اور لوگ زیادہ عظیم الشان اور تعجب انگیز کام کر رہے ہیں یہ انگریز ہی تو ہیں جنھوں نے ۱۹۳۹ء میں ہٹلر کی بھبکی کا بھنڈا پھوڑا جنگ برطانیہ میں لفٹ وافا کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور آتشین قربانیوں کو اُس بحر اٹلانٹک کے کنارہ پر روکا جس کو اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے گھر کا آنگن ہے (پانیر ۱۳ ردسمبر ۱۹۴۲ء) (۲) ۱۵ اپریل ۱۹۴۲ء کو ایک اسپیچ میں پنڈت جواہر لال نہرو نے بے ساختہ یہ فرما دیا تھا کہ یہ امریکہ کی لڑائی ہے برطانیہ کا اس میں بہت خفیف حصہ ہے اس اندھا دھند کا جواب ایک صاحب نے ۹ مئی ۱۹۴۲ء کے اسٹیٹسمین میں دیا ہے جو حقائق پر یوں روشنی ڈالتا ہے:۔ علاوہ جنگ برطانیہ کے برطانیہ کے کارنامے حسب ذیل ہیں: (الف) برطانوی فوج دنل ہمیں لڑ چکی ہے ان میں سے ایک افریقہ والی نے دو بڑی اطالوی فوجوں کا صفایا کر ڈالا اور تیسری ملی جلی جرمن اطالوی فوج کو بہت نقصان پہونچایا۔ اس میں دشمن کے نقصان کا اندازہ چار سے سات لاکھ تک ہوتا ہے (ب) ایک بارہ مہینے کی مدت میں اس نے مشرق وسطےٰ کو دس لاکھ ٹن سامان جنگ

اور تیس ہزار سے زائد ٹینک اور موٹر گاڑیاں بھیجیں جس کیواسطے تین سو جہازوں کی ضرورت
ہوئی جن کا مجموعی وزن ایک کروڑ تیس لاکھ ٹن ہوا (ج) مجروحوں اور مقتولوں کے نقصانات
جو برطانوی مملکت کی افواج نے اٹھائے اُن میں سے ستر فیصدی برطانوی افواج کے تھے
(د) فروری ۱۹۴۲ء میں برطانیہ کے اندر ۹۸ فی صدی ہوائی جہاز ۷۲ فی صدی ہوا باز
اور ۹۸ فی صدی ہوائی طاقت کا زمینی عملہ (ground crew) برطانیہ
کا پیداوار اور برطانیہ کے رہنے والے تھے۔ سمندر پار جو گئے اُن میں سے ۷۵ فی صدی
ہوائی جہاز ۴۳ فی صدی ہوا باز اور ۹۹ فی صدی زمینی عملہ برطانیہ کا تھا (ہ) ایک کروڑ
بیس لاکھ سمندری میل جو برطانوی مملکت کے جہاز ہر مہینے طے کرتے تھے اُن میں سے ایک کروڑ
برطانوی جہازوں کا حصہ ہے (و) آر۔اے۔ایف کی مدد سے برٹش نیوی نے دشمن کے
جہاز باون لاکھ ٹن وزنی غرق کیے"۔ (۳) اس جرمن پروپاگنڈے کا جواب کہ برطانوی کیا
کر رہے ہیں ایک امریکن نامہ نگار اسٹین کے اشاعت ۱۲ مئی ۱۹۴۲ء میں یوں دیتا ہے:-
(الف) واقعات یہ ہیں کہ ایک ایک بومبر اور فائٹر کے بدلے میں جو برطانیہ کو ۱۹۴۱ء
میں باہر سے ملا اُس نے یہ کہا کہ روس وغیرہ کے میدان ہائے جنگ کو پانچ پانچ روانہ کیے
سب سے نمایاں ریکارڈ ٹینکوں کی بابت ہے جو ایک ایک کے عوض پندرہ پندرہ باہر
بھیجے جتنے ٹینک روس کو بھیجنے کا وعدہ تھا ختم جنوری تک اُس تعداد سے صرف ایک کم
بھیجا گیا۔ (ب) افواہ پھیلانے والے کہتے ہیں برطانوی فیکٹریوں کو کیا ہو گیا ہے مال بنانے
میں پوری طاقت کیوں صرف نہیں کرتیں؟ واقعات یہ ہیں کہ ہر قسم کے سامان جنگ کا پیداوار

ابتدائے جنگ کے مقابلہ میں بہت بڑھ گیا ہے اور ڈنکرک کے بعد تو تگنا ہو گیا ہے اور اس قبت کے مقابلہ میں جبکہ ہٹلر نے دھاوا بولا یہ پیداوار دس گنا ہے (ج) ۱۹۴۲ء کی آخری سہ ماہی میں بمقابلہ لڑائی سے پہلے کی سہ ماہی کے برطانوی جہاز سازی کے کارخانوں نے چوگنے ٹن کے جنگی اور دوگنے ٹن کے تجارتی جہاز بنائے۔ ہوائی جہاز ۱۹۴۲ء میں بمقابلہ ۱۹۳۹ء کے تگنے بنائے (د) اس شکایت کا جواب کہ امریکہ ہر قسم کا خرچ کر رہا ہے اور برطانیہ کا خرچ ناکافی ہے یہ ہے کہ ۲۵ بلین ڈالر کی قومی آمدنی میں سے برطانیہ کا لڑائی پر سترہ بلین ڈالر سالانہ کے حساب سے خرچ ہوتا ہے انکم ٹیکس قومی آمدنی کا چالیس فی صدی ہے ۱۹۳۸ء میں لڑائی سے پہلے برطانیہ اسلحہ پر قومی آمدنی کا دس فی صدی صرف کرتا تھا ۱۹۴۲ء میں ساٹھ فیصدی صرف کیا اب سرمایہ کا احتیاطی اندوختہ بھی لڑائی پر صرف ہو رہا ہے (ہ) اس شکایت کا کہ برطانیہ نے باوجود لڑائی کے اپنی برآمدکی تجارت جاری رکھی ہے یہ جواب ہے کہ برطانوی برآمد آدھی کر دی گئی ہے اور اس سے زیادہ گھٹائی جائے گی اور فقط تین فیصدی مزدور برآمد کی تجارت کے مال پر کام کر رہے ہیں (و) اس افواہ کا کہ برطانیہ اب بھی بدستور بہت سی تجارت کر رہا ہے جواب یہ ہے کہ موٹر سازی کی انڈسٹری ۱۹۴۰ء ہی میں لڑائی کے کام کیلئے لیلی گئی تھی ریڈیو انڈسٹری جو پہلے بیس لاکھ بناتی تھی اب صرف ڈیڑھ لاکھ بناتی ہے اور یہ بھی سب گورنمنٹ اور فوجی مصرف کیلئے ہوتے ہیں یہ انڈسٹری سامان جنگ بنانیکا کام کر رہی ہے کھلونے سازی کی انڈسٹری سے اب ۳۰ فیصدی محض سامان جنگ بنانے میں مصروف ہے (ز) اس سوال کا جواب کہ برٹش نیوی کیا کر رہی ہے یہ ہے کہ اتحادیوں نے

جرمنی اور اٹلی کے سطحی جنگی جہاز جو ڈبوئے اُن میں سے ۶۰ فی صدی برطانیہ کے حصّہ میں آئے اور جو سب میرینیں تباہ کی گئیں اُن میں سے ۹۰ فی صدی اُس کا حصّہ ہے۔ نیوی نے قافلوں کی حفاظت کا جو کام کیا اُس میں تیس ہزار موٹر گاڑیاں اور دس لاکھ ٹن کا اور سامان حرب فقط مشرقِ قریب ہی کی فوجوں کو پہونچایا (ح) اس شکایت کا جواب کہ امریکہ نے برطانیہ کو ضرورت سے زائد طیارے بھیجے یہ ہے کہ جو طیارے برطانیہ کی مدافعت کرتے ہیں اُن میں سے ۹۰ فی صدی برطانیہ کے اپنے بنائے ہوئے ہیں۔ جن طیاروں سے سمندر پر برطانیہ فتوحات کر رہا ہے اُن میں سے ۵۰ فی صدی برطانیہ کے اپنے ہیں۔ رائل ایرفورس کے ہوابازوں کا جو نقصان ہوا اُس میں سے ۵۰ فی صدی خاص اہلِ برطانیہ ہیں۔"

(۴) فیلڈ مارشل اسمٹس کا قول ہے کہ "دوسری قوموں کا جو حال ہو سو ہو مگر برطانیہ تو پتھر کی چٹان کی طرح مضبوط اور قائم ہے اور عزم بالجزم کیے ہوئے ہے کہ تا حصولِ فتح آخر اپنی سعی جنگ کو جاری رکھے یہ معلوم ہے کہ برطانوی ہمیشہ سخت اور ناقابلِ شکست رہے ہیں مگر جس درجہ مضبوط اور ناقابلِ شکست وہ آج کل ثابت ہوئے ہیں پہلے بھی کبھی نہ تھے" (۵) پریسیڈنٹ روزولٹ مارشل سمٹس اور سارے مقبوضہ یورپ کے مدبروں اور داناؤں کا اس پر اتفاق ہے کہ برطانیہ مظلوموں کا آسرا بنا ہوا ہے اور اگر وہ سینہ سپر نہ ہوا ہوتا اور جنگ برطانیہ نہ جیتی ہوتی تو آزادی کا نام صفحۂ ہستی سے مٹ گیا ہوتا۔

اگست ۱۹۴۲ء میں کانگریس کے نام پر جو غنڈہ راج کی کوشش (ذریعہ لوٹ مار قتل و غارت و آتش زدگی) شروع ہوئی اُس سے سارے ملک کی قابلِ قدر ہستیوں نے رنج و

بیزاری کا اظہار کیا ہی مثلاً مسٹر راج گوپال اچاری مسٹر جناح مسٹر ساورکر مسٹر جمناداس مہتا سر سلطان احمد مسٹر ایم۔ ایس اینی پنڈت مدن موہن مالویہ سر کاؤس جی جہانگیر سر جگدیش پرشاد انریبل پنڈت ہردے ناتھ کنزرو مسٹر ایم۔ این رائے ڈاکٹر امبیڈکر وغیرہ سب اس پر متفق ہیں کہ یہ مفسدہ پردازی اور ہلڑ بازی ہندوستان کے مفاد کے خلاف ہی اور اس سے سوائے دشمنوں کے کسی کو فائدہ اور خوشی نہیں ہوسکتی ہندوستان کے باہر بھی تمام دنیا اس کو معیوب بے محل اور افسوسناک سمجھتی ہی۔ برٹش لیبر اور کمیونسٹ پارٹیوں نے طرح طرح سے کانگریس سے اپیلیں کیں امریکن اخباروں نے کوئی دقیقہ اس جماعت کو راہ راست پر لانے میں اُٹھا نہ رکھا۔ نیوٹرل ممالک ٹرکی سویڈن اور سوئزرلینڈ کو بھی اس بوالعجبی پر اچنبھا ہوا مگر کانگریسی حضرات کے (جو بقول مسٹر جمناداس مہتا گرانڈ ففتھ کونسل ہیں) کان پر جوں تک نہ رینگی۔ نہ اہمسا کے پوجاریوں کا دل دُکھا نہ گاندھی جی پر کوئی الہام نازل ہوا اس پر بہت لوگوں کو حیرت ہی مگر غور کیجیے تو تعجب کی کوئی بات نہیں ہی کیونکہ اس مسئلے کی دو توجیہیں ہیں ایک تو وہ جو خود کانگریس کی ریزولیوشن میں موجود ہی اس لیے کہ اُس میں یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ انگریزوں کے خلاف کوئی کارروائی کرنا خطرات سے پُر ہی یہ بھی تحریر ہی کہ چُپ بیٹھنا اور بھی خطرناک ہی کیونکہ جاپانیوں سے مدافعت ضروری ہی، اور انگریزوں سے اس وقت مقابلہ نہ کریں تو مدافعت کی سپرٹ نہ رہے گی یعنی مشق کیسے ہو گویا یہ ہندوستانیوں انگریزوں اور ساری دنیا کی چوک ہی جو بیچارے غنڈوں کے وہ پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ یہ تو تہذیب تمدن اور ڈیماکریسی کی عین خدمتی ہیں آخر ضلع ضلع اے۔ آر۔ پی

کی مشق ہوتی ہے یا نہیں پس اگر غنڈے بھی جاپانیوں سے نبٹنے کے لیے مشق کرتے ہیں اور اس ساری
قوت سے کام لیتے ہیں جو نان کو آپریشن کے ذریعے ۱۹۲۰ء سے اُن کو حاصل ہوئی ہے" اور اس طرح
جاپانیوں کیلیے اپنے تئیں سخت اور خونخوار بناتے ہیں تو کیا ہرج ہے۔ یہ ہندی فوج جو دُنیا کے
چاروں گوشوں میں نام پیدا کر رہی ہے کرایہ کے ٹٹو ہیں ان میں شامل ہونا تو کانگریس کے
نام لیواؤں کے لیے بے شرمی ہے اور انگریزوں نے کانگریسیوں کو (اُنہی کے بقول) عورت
بنا دیا ہے ارے بابا جاپانیوں کے لیے کانگریسیوں کو مرد بننے بھی دوگے یا نہیں اور چونکہ بے
ہندوستان کے اتحادیوں کو فتح نہیں ہو سکتی اور یہ کانگریس کے ہندوستان مضر ہے لہٰذا تم
اتحادی ممالک کیلیے بد دماغ ہو کہ اپنے نفع نقصان کی بات کو نہیں سمجھتے اور سب کچھ جو ہم
تمھارے لیے اور اپنے پیارے جاپانیوں اور روسیوں کے لیے کر رہے ہیں اُسے خواہ مخواہ
بدنام کرتے ہو۔ اب رہا یہ امر کہ چند پولیس والوں کو کباب کر لیا یا چند ایر فورس والوں کا
قیمہ بنا دیا یا چند ہزار ڈاکخانہ برباد کر دیے یا ریل وغیرہ کا ایک کروڑ سے زائد نقصان کر ڈالا
یا تجارت میں خلل ڈال کر دوکانداروں اور گاہکوں دونوں کو ستایا یا ان غلاموں کی حرکت
میں خلل ڈالا جو فوجی سامان کی تیاری میں مصروف ہیں۔ یا اگر کرایہ کے ٹٹوؤں کی نقل و حرکت
میں شمالی مشرقی سرحد پر دقت پیش آئی تو کیا فرق پڑا کہیں ان سے جاپانی رُکنے والے
ہیں۔ بہر حال یہ سب جزوی باتیں ہیں جاپانیوں سے لڑنے کی تیاری کا کام نہیں رُوکا
جا سکتا۔ دوسری توجیہ گو اُن کو تسلیم نہیں لیکن واقعات سے وہ بھی ظاہر ہے کہ اگر کچھ کرتے
نہیں ہیں تو کانگریس کا ٹھنڈا بازار پٹ ہی ہوا جاتا ہے اور اُن کے باطل دعوے جن کی

حقیقت سے صرف سمجھنے والے ہی واقف تھے اب ہر خاص و عام پر آشکارا ہوتے جاتے ہیں اور انگلستان میں حامیان کانگریس کو گولہ بارود کی کمی پڑی جاتی ہے۔ وہ مدعی تھے کہ ہندوستان میں ہمارے بغیر کچھ نہ ہو سکے گا اور ہماری زبان کی جنبش سے آسمان و زمین تھرا اٹھیں گے لڑائی جیتنے کا اسم اعظم تو ہم ہی کو آتا ہے۔ مگر سعی جنگ میں سارا ہندوستان ایسا مصروف ہے کہ باید و شاید کانگریسی پکڑے گئے جب کچھ نہ بگڑا اور کھولے گئے تب کچھ نہ بنا اس طرح پارٹی کی موت کے ڈر نے ملک کی قربانی کو ضرور بنا دیا۔

ہم نے ایک نوجوان کا قصہ سنا ہے جو سخت مالیخولیا میں مبتلا تھا اول درجہ کا خود غرض تھا اور تمام عالم کو مع اپنے عزیزوں کے دشمن جانتا تھا اور ان سے مشتبہ رہتا تھا کانگریس بھی اسی شخص کے مشابہ ہے اس کی حرص خود غرضی اور ہٹ دھرمی اور ہر ایک شبہ حد درجہ کو پہنچا ہوا ہے اب تو شاید خود کو بھی وہ دھوکا دیتی ہے۔ ایک وقت میں لیڈران اس لیے بہت عزیز تھے کہ وہ کانگریسیوں کو سر آنکھوں پر بٹھاتے تھے اور وہ پہلے وائسرائے ہیں جنھوں نے کانگریس سے سمجھوتے کی بنیاد ڈال کر کانگریس کی پونجی کی قیمت بڑھائی۔ مگر جب معاملات اس نوبت پر آئے کہ کانگریسی حضرات نے ان سے ہندوستان کو اپنے نام لکھوا لینا چاہا تو وہ بھی اڑ گئے اور کانگریس کے مردود بارگاہ ہو گئے۔ ایک وقت علی برادران گاندھی جی کے دو مضبوط ستون تھے مگر جب مولانا شوکت علی نے اپنی غلطی محسوس کر کے دیکھا کہ گاندھی جی مجھے اپنی جیب میں ڈالے لیتے ہیں اور کود کر بھاگے تو وہ بھی مہاتما جی کی نوازشات سے محروم ہوئے۔ کبھی مسلمانوں کا ہر مطالبہ ان کے سر آنکھوں پر تھا اب پاکستان کا خیال تک

نہ صرف جرم ہی بلکہ گناہ بھی۔ گویا ایسے خیال والا نہ صرف اس جہان میں لائق تعزیر ہی بلکہ آخرت
میں بھی سزاوار جہنم ہی۔ انگلستان کی لیبر پارٹی کے اس کانگریس اور ہندوستان پر کیا کیا احسان
ہیں مگر چونکہ جولائی والی رزولیوشن پر لیبر پارٹی نے صاف گوئی سے کام لیا اس لیئے اس پر
بھی لات ماردی گئی۔ سر سٹیفرو کرپس کمیونسٹ پارٹی کے ہیں ہمیشہ ہندوستان کے معین
و مددگار رہے ہیں جواہر لال جی ان کو دوست جانتے تھے کانگریسی دلوں میں ان کا بڑا رتبہ
تھا اور ان کی آمد پر بڑی خوشیاں منائی جاتی تھیں مگر جب وہ کانگریس کے حلقہ میں نہیں
آئے اور ہندیوں کے ہاتھ پیر باندھ کر کانگریسی جال میں ڈالنے سے انکار کر دیا تو ان سے
بھی دست شفقت اٹھا لیا گیا اور ان کو جھوٹے کا خطاب عطا ہوا۔ امریکہ کی جو ہندوستان
کا بڑا ہمدرد رہا ہی پہلے بڑی تعریفیں تھیں مگر اب چونکہ امریکنوں نے کانگریس کے معاملہ میں
حق بات کہنے سے دریغ نہیں کیا ان کو بھی دھتکار بتا دی گئی۔ انگریزوں پر الزام ہی
کہ تم مسٹر جناح کو اکساتے ہو گویا وہ اور ان کی جماعت تو عقل رکھتے ہی نہیں کہ اگر مفسد
انگریز بیچ میں نہ ہوتا تو خوب یاروں کا الو سیدھا ہوتا۔ کیا اس الزام میں قائد اعظم
اور ان کے پیرووں کی توہین مضمر نہیں ہی۔ دوسرا الزام سیدھا مسٹر جناح پر ہی کہ تم
انگریزوں کے زور پر پاکستان لینا چاہتے ہو۔ غرض کانگریس سب سے مشتبہ ہی اسے چاروں
طرف دشمن ہی دشمن نظر آتے ہیں اس کی حرص روز افزوں ہی اور چونکہ جس لڑائی
کے موقع کی تاک میں وہ بیٹھی تھی اسے تین سال ہو چکے ہیں اندیشہ ہی کہ کہیں یک بیک
ختم نہ ہو جائے اور یہ سنہری موقع ہاتھ سے نہ نکل جائے لہذا وہ بوکھلا گئی ہی اور اس سے

وہ حرکات ظہور میں آ رہی ہیں جن سے دوست مغموم اور دشمن شاد ہیں۔ ملک میں بے چینی اور بدامنی پھیل گئی ہے اور خارجی دشمن کو بھاری مدد مل رہی ہے۔

دوسرا حصہ

(فتح کس کی ہو گی؟)

چونکہ مفسدوں پر ہمارا اعتراض ہے کہ وہ اتحادیوں کی شکست کے قائل ہیں اور اُس کے پروپاگنڈا میں مصروف رہتے ہیں ضرورت ہے کہ مندرجہ بالا سوال سے بھی بحث کی جائے۔ آئندہ کیا ہو گا اس کی تحقیق خبر تو خدائے تعالیٰ کو ہے لیکن جو عقل اُس نے ہمکو دی ہے اُس سے ٹھیک کام لے کر انسان ہمیشہ صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ آخر خدا کو بھی تو کسی نے دیکھا نہیں محض عقل سے پہچانا ہے چنانچہ جب تدبر اور ثبات عقل سے غور کیا جاتا ہے تو اتحادیوں کی قطعی فتح میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ اس سوال کا جواب ہم اپنے پچھلے رسالہ (عقل سے اپیل) مطبوعہ جون ۱۹۴۱ء میں نہایت شرح و بسط سے دے چکے ہیں۔ ہاں اس عقیدہ کے عقلی اسباب حسب ذیل بتائے گئے ہیں (۱) آدمیوں کی طاقت (۲) مواد ضروری کی طاقت (۳) صنعت و حرفت کی طاقت (۴) سمندر پر برطانوی تسلط (۵) برطانوی ہوائی بیڑے کی آئندہ فوقیت (۶) اہل برطانیہ کا ناقابل بیان ہمت و استقلال۔ (۷) امریکہ کی ہمدردی و امداد۔ جون ۱۹۴۱ء سے اب تک بہت سے حوادث پیش

آچکے ہیں جن سے اس وقت کی اور موجودہ صورت حال میں کافی فرق ہے لیکن تبدیلیاں صرف جزئیات کی ہیں اور بنیادی باتوں میں کوئی فرق نہیں آیا۔ فتح و شکست کیلیے یہ اسباب اب بھی اُسی طرح کارگر ہیں جیسے کہ اُس وقت تھے اُس رسالہ کی بحث کو دوہرانا فضول ہے اب یہاں تتمہ بحث کے طور پر صرف اُس قدر گزارش کیا جائے گا جتنا کہ مرورِ زمانہ کے باعث ضروری ہے۔

مدِ اوّل کی بابتہ حال یہ ہے کہ اُس وقت برطانیہ بالکل تنہا تھا اب اُس کے ساتھ دُنیا کی تین سب سے بڑی سلطنتیں امریکہ روس اور چین ہیں بلکہ دُشمنوں اور چند نیوٹرلوں کو چھوڑکر ساری دُنیا اُس کے ساتھ ہے۔ یہ دکھلایا جاچکا ہے کہ اُس زمانہ میں بھی برطانیہ کے لیے آدمیوں کی طاقت میں کمی نہ تھی تو اب لامحالہ اتحادیوں کے پاس اس طاقت کی زبردست فوقیت ہے۔ دوسری طرف جرمنی کی اس طاقت میں کچھ اضافہ نہیں ہوا کیونکہ باوصف اُس کی فتوحات کے اُس کے پاس نسبتاً کم آبادی ہے اور پھر مفتوح دشمنوں سے کام لینا بڑا دشوار کام ہے بلکہ بسا اوقات خطرناک ہوتا ہے۔ اُس کے آدمیوں کی کمی کا یہ ثبوت ہے کہ مقبوضہ ملکوں سے آدمی لینے کی سرتوڑ کوشش ہو رہی ہے اور اب فرانس سے جبراً آدمی لیے جارہے ہیں۔ درحقیقت اُس کی وسیع فتوحات نے اُس کی اس طاقت کو اور بھی گھٹا دیا ہے کیونکہ مقبوضہ ممالک کی اندرونی اور بیرونی حفاظت کے لیے جرمنوں ہی کی ضرورت ہے مثلاً جس قدر برٹش فوج برطانیہ میں ہے اُسی قدر جرمن فوج فقط فرانس میں گھری پڑی ہے۔ اور جیسا کہ چکوسلواکیا کے پریسیڈنٹ ڈاکٹر بنش نے بتایا ہے ساٹھ لاکھ اہل یورپ

ہیں سے جو جرمنی میں جبر یہ کام کر رہے ہیں ہر فرد کام میں نقص ڈال کر یا دیر لگا کر اتحادیوں کا
ہاتھ بٹا سکتا ہے۔

مد دوم کی نسبت مفسد کہتے ہیں کہ جاپان کی شرکت کے باعث ربر اور تیل کے
خزانے زیادہ تر اتحادیوں کے ہاتھ سے نکل گئے لہذا یہ سبب اتحادیوں کے خلاف عائل ہے
اس حجت میں بہت سے منطقی مغالطے ہیں یعنی (الف) اول یہ کہ جرمنی اور اٹلی سے اب
بھی زیادہ یہ مواد اتحادیوں کے ہاتھ میں ہیں (ب) یہ کہ اتحادیوں سے کسی چیز کا کھو جانا
اور محوریوں کا اُس کو پالینا ایک بات نہیں ہے کیونکہ بیشتر ربر کے مزرع اور تیل کے چشمے برباد
کر دیے گئے اور عرصہ بعد بڑی دقت اور خرچ سے پوری طرح وہ پھر چالو ہوں گے (ج) سوم
یہ کہ جو کچھ جاپان کو مل گیا اُس سے جرمنی کو کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا کیونکہ محور کی غربی اور شرقی شاخوں
میں کوئی اتصال نہیں ہے اور جب جرمنی کو گرالیا تو ساری ایکسس کی عمارت دھڑام سے نیچے آرہیگی
(د) یہ کہ جب جرمنی بغیر تیل اور ربر کے خزانوں کے اپنے اندوختہ اور مصنوعی مواد کی بدولت
اتنے عرصہ کامیابی کے ساتھ جاری ہا تو کیا اتحادی (جن کے ہر قسم کے وسائل مسلم طور پر جرمنی سے
کہیں زیادہ ہیں) اپنے اندوختہ اور مصنوعی مواد سے چند سال اور لڑائی کو نہیں چلا سکتے جس
سے قبل بظاہر جنگ کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اُس کا اندوختہ تو ختم ہو چلا اور ان کے اندوختہ کا صرف
اب شروع ہی ہوا ہے (ہ) یہ کہ اگر لڑائی عرصہ دراز تک جاری رہے تو بھی کیا اتحادیوں جیسی
دولتمند کثیر اور ماہر سائنس اقوام اپنا اندوختہ ختم ہونے سے قبل اپنے بقیہ ربر اور تیل کے پیداوار
کو جتنا چاہیں ترقی نہیں دے سکینگی۔ جو کوئی اس کا جواب نفی میں دے وہ برطانیہ اور امریکہ کی

گذرے تین سال کی کارگزاریوں سے محض حاصل ہو (و) بہر نوع کل اب بھی اتحادیوں کے پاس نوے فی صدی موجود ہے جو جنگ کیلیے لازمی شی ہے کیونکہ اس کے بغیر فولاد نہیں بن سکتا لہذا اس طاقت میں بھی جرمنی واٹلی پر بدستور اتحادیوں کا غلبہ ہے۔

مارسوم کی نسبت اس رسالہ میں صرف برطانوی سلطنت سے بحث تھی اب سارے اتحادیوں کی صنعت وحرفت کا زور یکجائی ہے جن میں سے اکیلا امریکا تینوں محوریوں پر اس میدان میں غالب آسکتا ہے اور جس کی مہارت عرصہ دراز سے ضرب المثل چلی آتی ہے۔ امریکہ کے تیاری سامان کے محیر العقول کارنامے اخباروں میں اکثر آتے رہتے ہیں جنہیں سے بعض تو کھا نمایاں نظر آتی ہیں مثلاً ساڑھے تین دن میں ایک جہاز کی تیاری۔ سال بھر کے اندر دُگنے جہاز بنا لینا اور طیارہ سازی میں تینوں محوریوں پر امریکہ کا ابھی سے سبقت لے جانا جب کہ انگلستان کا یہ حال ہے کہ وہ بھی ابھی سے طیارہ سازی میں جرمنی سے فائق ہے اور نہ اپنے سارے عالم کے موریوں کا پورا کرتا ہے بلکہ روس کیلیے بھی کثرت سے مہیا کرتا ہے۔ ادھر جرمنی میں دیکھو کہ لیڈر مزدوروں سے سامان بڑھانے کیلیے کیسی واویلا کر رہے ہیں اور مقبوضہ ممالک سے اور مزدور حاصل کرنے کے واسطے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اگر سامان کی اور خاصکر طیاروں کی کمی نہ ہوتی تو افریقہ میں یہ روز بد دیکھنا کیوں پڑتا۔ یہ بھی ذہن نشین رکھنے کی بات ہے کہ اس جنگ میں دونوں فریق کو تجارتی جہازوں کی از حد ضرورت ہے کچھ عرصہ سے اتحادیوں کے پاس فوج اور سامان جنگ بہت کافی تھا مگر جہازوں کی نقصانات کی وجہ سے اور میڈیٹیرینین میں پورا سمندری راستہ صاف نہ ہونے اور جہازوں کی ضرورت

حد سے زائد ہونے کے باعث افواج اور سامان کی نقل و حرکت حسب دلخواہ پیمانہ پر اور تیزی
سے نہیں ہوسکتی تھی۔ اب جو وسائل جہاز سازی کے امریکہ کے پاس ہیں وہ الف لیلہ کی کہانیوں
کا مقابلہ کرتے ہیں چنانچہ آج (۱۸ دسمبر ۱۹۴۲ء) کے اخباروں میں ہی دیکھیے کہ فقط ماہ نومبر
میں ۸۶ جہاز تیار ہوئے اور فی جہاز ۵۶ دن کی اوسط پڑی اکتوبر میں ۶۶ دن کی اوسط
تھی اور جنوری میں جو پروگرام تھا اُس میں اس سے چوگنی مدت رکھی گئی تھی۔ برطانوی
کارنامے بھی حیرت میں ڈالنے والے ہیں جن سے قیصر اور ہٹلر دونوں کے منصوبے برطانیہ کو بھوکا
مارنے کی بابت پریشان خواہیں ثابت ہوئی ہیں۔ ۷ ار دسمبر ۱۹۴۲ء کی واشنگٹن کی خبر سے
(مطبوعہ اخبارات ۱۹ ار دسمبر) واضح ہو کہ اتحادی دشمنوں سے دُگنے ہتھیار بنا رہے ہیں۔ فولادی
دھات امریکہ میں ایک سال کے اندر سابق سے ۵ ملین ٹن زیادہ ملی میگنیشیم کا ذخیرہ دو برس
کیلیے کافی ہے۔ سال بھر پہلے جہاں ۲۹ لاکھ مزدور کام پر تھے اب ایک کروڑ پچیس لاکھ ہیں۔
بمقابلہ ۱۹۴۱ء کے ۱۹۴۲ء میں ہوائی جہاز ساڑھے تین گنے۔ توپیں ٹینک وغیرہ ۲½ گنے خشکی بحری
جہاز ۳½ گنے اور تجارتی جہاز پانچ گنے تیار ہوئے۔ امریکہ جرمنی سے دُگنے فوجی ہوائی جہاز
بنا رہا ہے۔ امریکہ اور برطانیہ مل کر یورپ کی ساری ایکسس طاقتوں سے ڈھائی گنے بناتے ہیں
اس سال کے ختم پر فقط امریکہ میں سامان جنگ کی تیاری ساری ایکسس قوموں کے برابر ہے۔ امریکہ
اور برطانیہ کی ملا کر ساری ایکسس سے دوگنی ہے۔ پس اتحادیوں کی اس طاقت کے تفوق میں دم
مارنے کی کس کو گنجایش ہوسکتی ہے۔

ب چہارم کے متعلق اس وقت دُنیا کی سب سے بڑی دو نیویاں اور فرانس کی نیوی کا بڑا

حصّہ اور بقیہ اتحادیوں کی بحری طاقتیں سب یکجائی محوریوں سے برسرِ پیکار ہیں۔ مفسد لوگ کہتے ہیں کہ جاپان کی نیوی کی وجہ سے اتحادیوں کا سمندر پر تسلّط نہیں رہا یہ اُن کی جہالت یا فتنہ پردازی ہے۔ بیشک بحرالکاہل کے بعض حصّوں میں جاپان کا عارضی تسلط ہے لیکن باقی کُھلے سمندروں میں محوری بیڑا صورت تک نہیں دکھاتا ہے کبھی یہ لوگ جھنجھلا کر انگریس کی سب میرینوں کے ہاتھوں نقصانات سے استدلال کرتے ہیں کہ سمندر جرمنی کے قبضہ میں ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ سب میرینوں سے بہت نقصان ہوا اور ہو رہا ہے لیکن یہ وہ حربہ ہے کہ جس سے کمزور طاقت زیادہ فائدہ اُٹھا سکتی ہے اس لیے کہ کُھلے سمندروں پر زبردست کا قبضہ ہوتے ہوئے اُس کے جہاز رات و دن چلتے ہیں اور سب میرین کے ذریعہ چوروں کی طرح سمندری آمد و رفت میں خلل اندازی آسان ہے مگر یہ غلط بحث ہے۔ سوال یہ نہیں ہے کہ سب میرینوں سے نقصان ہو رہا ہے یا نہیں یہ تو پکار پکار کر اتحادی خود کہتے ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ آیا سب میرینوں سے یا اور ذریعہ سے جرمنی اتحادیوں کے راستے بند کر سکتا ہے یا اتحادی ملکوں کو مال آنا روک سکتا ہے یا نہیں، اس سوال کا نفی میں جواب سب کو معلوم ہے۔ برعکس اس کے اتحادی نیوی نے جرمنی کا قافیہ تنگ کر رکھا ہے اور ایسی ناکہ بندی کر رکھی ہے کہ وہ شور مچاتا ہے اور یورپ بھر میں پروپیگنڈا کرتا ہے کہ تم سب کے اتحادی بھوکا مارے ڈالتے ہیں اب اگر اتحادیوں کا سمندر پر قبضہ نہیں ہے تو پھر اس الزام کے کیا معنی۔ یہاں پھر وہی مسئلہ مدعی سُست گواہ چُست کا پیش آتا ہے۔ اگر سمندر پر اتحادی حاوی نہیں ہیں تو چھ ماہ کے اندر خاص بحرِ متوسط میں (جہاں ایکسس کو فقط ساٹھ میل کے سمندر پار سامان جنگ بھیجنے کی ضرورت ہے) برٹش نیوی نے ہوائی مدد سے ۶۲ ایکسس کے جہاز کیسے ڈبو دیے

اور راستے ہی اور کیسے خراب و خستہ کر دیے۔ مالٹا کا ذرا سا جزیرہ اٹلی کے پہلو میں کانٹے کی طرح کیسے کھٹک رہا ہے اور وہاں کے ہوائی جہاز ٹیونس میں جرمن فوج کو کیسے ٹھونکتے ہیں۔ دیکھیے کہ ساڑھے آٹھ سو جہازوں کی بے نظیر مہم ہزاروں میل کا سمندر طے کر کے شمالی افریقہ پر ٹوٹ پڑتی ہے اور آناً فاناً ہزاروں میل کے ساحل پر مقابلہ کے باوجود قبضہ جماتی ہے۔ پھر اگر برطانیہ اور امریکہ سے ہندوستان اور آسٹریلیا تک کسی سمندر پر غربی یا شرقی ایکسس کا قبضہ ہے تو ان ملکوں کو فوجیں اور سامان کیسے دھڑا دھڑ آ رہا ہے اور ان تیل کے پیاسے جرمنوں کو جو اُس کے لیے خون کی ندیاں بہا رہے ہیں۔ جاپان ایک چلو پٹرول کیوں نہیں بھیج دیتا۔ الغرض کھلے سمندروں پر اتحادی نیوی کا ضرور دور دورہ ہے اور نہایت شد و مد سے اس کی طاقت اور تعداد میں روز بروز حیرت انگیز اضافہ ہو رہا ہے۔ اور لڑائی جیتنے میں سب سے بڑا عنصر بھی نیوی ہے۔

پانچویں مد کا ذکر ہم کو زیادہ دلچسپ معلوم ہوتا ہے کیونکہ جب وہ رسالہ شایع ہوا تھا اُس وقت برطانوی ہوائی بیڑہ کی قلت اور بے سر و سامانی اور برطانیہ کی تنہائی افسوسناک تھی مگر تب بھی ہم نے لکھا تھا کہ "وہ دن دور نہیں جبکہ برطانیہ کی ہوائی طاقت تعداد میں بھی جرمنی سے برتر ہو گی اور اُس وقت خدا کا نام لے کر جرمنی پر وہ حملہ ہو گا جس سے اُس کو تارے دکھائی دیں گے"۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ فال نیک خوب صحیح نکلی۔ اٹلی کو تو خوب "تارے" دکھائی دینے لگے ہیں۔ فوجی اہمیت کے بڑے مقامات جنوا۔ ٹیورن نیپلز وغیرہ خوب مسمار کیے گئے۔ موٹر سازی کے کارخانے بندرگاہیں ورکشاپیں مشینری اسٹیشن وغیرہ بُری طرح برباد کیے گئے۔ شہروں کے باشندے بھاگے چلے جاتے ہیں۔ وہاں کی کمیونسٹ پارٹی خفیہ اشتہار شایع کرتی ہے کہ جرمنی کے اتحاد کا جنون

اب چھوڑ دو۔ یہ بھی خبریں ہیں کہ اٹلی والے جرمنوں سے نالاں ہیں بعض نے صلح کیلیے پوپ کا توسط چاہا ہے سینٹ نے شاہ اٹلی سے اپیل کیا ہے اور روم کو سرکاری دفاتر وغیرہ سے خالی کرکے کھلا شہر اعلان کرکے جان بچانے کی تجویز ہے (اخبار آٹھ و ۱۹ دسمبر ۱۹۴۲ء) بولونیا کے ایک بڑے اخبار نے یہاں تک لکھ دیا ہے "ہمکو بار بار یقین دلایا گیا تھا کہ اگر برٹش کبھی آسکے تو رات ہی کو آئینگے مگر وہ تو دن دہاڑے آتے ہیں۔ ہم سے کہا جاتا تھا کہ وہ بہت بلندی پر اڑیں گے مگر وہ تو تین سو گز سے بھی کم پر اُڑتے ہیں۔ ہمکو بار بار یقین دلایا گیا ہے کہ ایک درجن طیاروں سے زیادہ وہ نہیں بھیج سکتے مگر وہ تو سیکڑوں کی تعداد میں آتے ہیں کیا ہمکو اتنا عرض کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے کہ ہمارے ہوائی دفاع کا نظام درست کیا جائے"۔ اصل دل کی بات وہ اخبار نہ لکھ سکا کہ اس لڑائی کو جاری رکھنے سے کیا فائدہ ہے (پاینیر ۱۲ دسمبر ۱۹۴۲ء) ٹیورن کا ایک اخبار شاکی ہے کہ "ہماری ریلیں اس کثرت سے مسافر ڈھونے کیلیے نہیں بنائی گئی تھیں"۔ یہ اقبال ہے کہ ریلیں موٹریں وغیرہ سب پر پناہ گزینوں کا ہجوم ہے اور اس مسئلہ سے اطالوی اخباروں میں غصہ اور احتجاج کی لہر دوڑ گئی ہے (پاینیر ۱۹ دسمبر ۱۹۴۲ء) جرمن ریڈیو کا بیان ہے کہ اتحادی حملہ کے ڈر سے اٹلی کی ساری قومی دولت (مالی صنعتی کلچرل وغیرہ) "حفاظت کے واسطے" جرمنی کو ڈھل گئی (پاینیر ۲۳ دسمبر ۱۹۴۲ء) اللہ اللہ کیا لیل و نہار ہیں کہ وہ مسولینی جو توند اٹھا کر ناک پھلا کر گھونسا دکھا کر اپنی بازی کا شوقین تھا اور جس نے فخر سے ایک وقت کہا تھا کہ فیورر سے میں نے اجازت لی ہے کہ برطانیہ پر ہوائی حملہ میں اٹلی بھی شرکت کرے آج اس پر یہ بنی ہوئی ہے کہ عرصہ تک چپ گانٹھنے کے بعد اب بولنا پڑا تو کھانس کھکار کر ٹھہر ٹھہر کر تسلی دلاتا ہے کہ ساری سول آبادی سے شہروں کو خالی کرا دونگا

بعید صرف سے اسی دن کیلیے ٹسلر بھی بنوا چکا ہوں اور میرے ولی نعمت ہٹلر ہوا باز توپیں بھیجینگے
(اخبار ۲۸ دسمبر ۱۹۴۲ء) مگر اُن کے پاس تو ہوا مار توپیں خود ہی کافی نہیں ہیں اور اُن کو اپنا
سر مسولینی کے سر سے زیادہ عزیز ہے وہ فقط ساحلی دفاع کی توپیں بھیج رہے ہیں کہ اتحادی حملہ
رُک سکے تو روکا جائے ورنہ اس بوالہوس کو چھوڑ کر سیدھے جرمنی کا راستہ ناپیں۔ جرمنی کے بعض
نہایت اہم شہروں اور علاقوں کا بھی یہی حال ہو چکا ہے اور وہاں بھی بھگدڑ پڑی ہوئی ہے اور
وہی لنڈن جس کا ۱۹۴۰ء کے آخر میں خستہ حال تھا اُس پر آج کل ہفتوں دشمن کا طیارہ دکھائی
نہیں دیتا ہے۔ ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۲ء کے اخبار میں دیکھیے کہ خود جرمنی کا جنگی نامہ نگار افریقہ سے آر۔اے۔ایف
کی کیسی تعریفیں لکھتا ہے۔ اسی ہوائی طاقت کی مدد سے رامل کا منہ کالا ہوا جس نے اپنی فوج کو چھٹتے چھوڑ کر
چھ ہفتوں میں ایک ہزار میل بھگایا اور اسی کے خوف سے برٹش چینل کے ساحلی اڈے سونا ہو کر کباڑے سے
بھرے پڑے ہیں (اخبار ۲۰ دسمبر ۱۹۴۲ء) ہالینڈ کے ساحلی علاقوں کے دفاع میں جرمن مصروف
ہیں۔ وہاں کے ہائی کمشنر کو تسلیم ہے کہ یہ مقامات برٹش ایئر فورس اور نیوی کی زد میں ہیں جہاں سے
وہ دفاتر وغیرہ ہٹا رہا ہے (اخبار ۱۲ و ۱۵ دسمبر ۱۹۴۲ء) ۱۲ مئی ۱۹۴۲ء کے اسٹیٹسمین میں نازی
لیڈر اوربنبرگ کے قلم سے ایک مضمون کا ذکر ہے جس سے جہاں انگریزی ہوائی حملوں کی تباہ کاری
کا حال کھلتا ہے وہاں نازیوں کی بیدردی سفاکی اور بہیمیت کا (خود اپنی قوم کے ساتھ) بھی پتہ
چلتا ہے۔ اس مضمون میں ہے کہ شہروں کی گنجان آبادیوں پر زیادہ بم پڑتے ہیں۔ جہاں کے خستہ حال آدمی
یا اپنی حالت سدھار کر قوم کے لیے فائدہ مند بننے کے ناقابل ہیں یعنی اُن کا خاتمہ ہی مفید ہے
اور یہ کہ پے در پے بمباری سے یہ بھی فائدہ ہے کہ جو موت سے بچ جائینگے اُن میں سے کمزور اور بوڑھے یقیناً

کے مریضوں کا پتہ چل جائے گا جنکو علیٰحدہ رکھا جائے گا اور قوم کی طاقت کے تحفظ کی خاطر اُنکی اولاد کو نامرد بنایا جائے گا تاکہ وہ اپنی جیسی مخلوق نہ بڑھا سکیں۔

چھٹی مد کی بابتہ یہ کس کو نہیں سوجھا کہ اگر برطانیہ کا ہمت و استقلال درجہ اتم پر نہ ہوتا تو نہ مقصوبہ ممالک کی واپسی کا کوئی موقع ہوتا نہ ہٹلر کو لڑنے کی ضرورت ہوتی ساری دنیا کو بغیر ایک "قطرہ خون بہائے وہ ہڑپ کر جاتا۔ مرد تو مرد وہاں کی عورتوں نے بھی وہ ہمت مردانہ دکھائی ہے کہ بعض ملکوں کے مردوں کو شرم آنا چاہیے یہ ان عورتوں ہی کی بدولت ہے کہ اتنی سی قوم نے اتنی بڑی فوج اور بیڑا بنا رکھا ہے اور سامان جنگ اس کثیر مقدار میں بنا رہی ہے کہ امریکہ تک میں ابھی فی کس اتنا کام نہیں ہوتا ہے۔ سوائے خاص لڑائی کے کام کے کوئی کام ایسا نہیں ہے جو عورتیں نہ انجام دے رہی ہوں اس کو مسز روزویلٹ نے امریکہ جا کر کیسا کچھ سراہا ہے اہل برطانیہ جن سختیوں کو خوشی خوشی اُٹھا رہے ہیں اُن کو بھی امریکہ میں نظیرًا اور تعریفًا پیش کیا جاتا ہے۔ امریکہ تو ایک طرف خود گورنگ کا اخبار لکھتا ہے کہ برطانیہ کی سی ہمت پیدا کرو جو ہوا سو ہوا آئندہ اور زائد ہونیوالا ہے۔ غرض اس ہمت و استقلال کی داد ساری دنیا سے آ رہی ہے حتیٰ کہ کبھی دشمن کے منہ سے بھی نکل جاتی ہے۔

ساتویں مد کی بابتہ اُس وقت امریکہ کی ہمدردی اور امداد ہی ساتھ تھی اب وہ ملک اور برطانیہ ایک جان اور دو قالب ہیں۔ بصیرت کے کور چشم اُس وقت کہتے تھے کہ امریکہ تو روپیہ بناتا ہے وہ شریک ہونے والا نہیں ہے۔ ایک احمق بولے کہ اب کنیڈا امریکہ کی انچاسویں ریاست ہو جائیگی دوسرے نے فرمایا کہ اگر آسٹریلیا جاپان سے بچ گیا تو امریکہ کا شکار ہوتا ہے تیسرے

نے یہ ہانکی کہ پچھلی لڑائی میں شریک ہوکر امریکن پشیمان ہوئے اب ایسی حماقت نہ کریں گے مگر ہم نے جون ۱۹۴۱ء میں ہی رسالہ مذکور کی صفحہ ۱۰۲ پر لکھا ہے کہ "وہ دن قریب ہے کہ امریکہ کھلم کھلا لڑائی میں داخل ہوجائے گا" اور الحمدللہ کہ یہ فال نیک بھی خوب ہی پوری ہوئی۔ جب یہ اں واضح کردیا گیا ہے کہ امریکہ کی ہمدردی اور امداد ہی لڑائی جیتنے کیلئے کافی ہے تو اب کیا ہے جبکہ دنیا کا سب سے زیادہ دولتمند ملک جس کی پبلک ایک مہینے میں دس ہزار ملین "ڈالر قرض دے سکتی ہے قانون پٹہ و اُدھار کے بموجب ساری دُنیا کو ہر کچھ دے رہا ہے اور دینے کو تیار ہے اور بدلے میں فقط اس قدر چاہتا ہے کہ ان گردن زدنی ہٹلر اور مسولینی اور اُن کے گرگوں کو جہنم واصل کرنے میں ہر ایک حتی المقدور مدد کرے۔

مذکورہ بالا وہ سات اسباب ہیں جن کی بنا پر عقل سلیم کا تقاضا ہے کہ اتحادیوں کی فتح و نصرت یقینی ہے۔ ان اساسی اسباب فتح کے علاوہ گزشتہ تین سال میں متعدد قرائن بھی جمع ہوگئے ہیں جو اس عقیدہ کی زبردست تصدیق کرتے ہیں چنانچہ ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ حق تعالےٰ کی توفیق اتحادیوں کے شامل حال معلوم ہوتی ہے اگر کوئی پوچھے کہ ہم کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ خدا اتحادیوں کا مددگار ہے تو اس کے چند جواب ہیں اول یہ کہ اگر بھگوان کو اُن کی جیت منظور نہ ہوتی تو وہ اُن کو جملہ اسباب فتح نہ عطا فرماتے۔ دوسرے یہ کہ جب برطانیہ بالکل نہتا اور اکیلا تھا اور اُس کے دُشمن بے رحم بہت سے کیل کانٹے سے لیس اور بہادر تھے اُس وقت اُن کے چنگل سے نجات دلانے والا سوائے خدا کے اور کون تھا۔ کس نے ڈنکرک کی انگریزی فوجوں کو واپس پہونچایا کس نے برطانیوں کو جنگ برطانیہ جتائی کس نے جنگ اٹلانٹک میں کامیابی سے

مقابلہ کرایا کس نے ہندوستان کی سرحد تک پہنچکر جاپانیوں کی سانس اُکھاڑ دی کس نے بحر متوسط
میں انگریزوں کی لاج قایم رکھی جبکہ سقوط فرانس کے بعد وہاں اُن کا بیڑا برائے نام تھا اور پھر گو
اٹلی کے بیڑہ سے مقابلہ کے قابل نہ تھا مگر فقط برطانیہ کی دھاک سے کچھ عرصہ تک وہاں بیڑہ کا
کام چلتا رہا اور دُشمن کو اُسکے سامنے آنے کی جرأت تک نہ ہوئی جو اصلیت کسی پر کھل جاتی اسی طرح
پرل ہاربر کے واقعہ کے بعد (جس میں ہونولولو کے بیڑے اور ہوائی طاقت کا عظیم الشان
نقصان ہوا تھا اور وہ بالکل معطل ہوگیا تھا) اس بندرگاہ پر جاپانی قبضہ روکنے والی اور
بعدہٗ خاص امریکہ کے ساحلوں کو غارت گری سے بچانے والی کون چیز تھی جس نے امریکہ کا
رعب قایم رکھا حتیٰ کہ نقصان کی تلافی پورے طور پر ہوگئی تو اب امریکہ نے خود یہ راز فاش
کردیا۔ تیسرے یہ کہ اتحادیوں اور محوریوں میں کوئی مقابلہ نہیں ہوسکتا جرمنی نے سارے مفتوحہ
علاقہ میں اور خاص کر پولینڈ اور چکوسلوواکیا میں وہ قیامت برپا کر رکھی ہے کہ چنگیز خاں کی
بھی ہڈیاں قبر میں تھرّا جائیں رات دن مرد و عورت بوڑھے اور جوان محض شبہات پر
عذاب دیے جاتے ہیں قتل اور بے عزت کیے جاتے ہیں بیس لاکھ بے قصور یہودی تہہ تیغ ہوچکے
ہیں اور پچاس لاکھ اور ابھی خطرہ میں ہیں بچے بھی مستثنیٰ نہیں ہیں انسانوں کی چربی سے صابن
بنایا جاتا ہے ایک ایک کے بدلے سیکڑوں کی گردن اُڑائی جاتی ہے قصوروار کے عوض بے گناہ
یرغمال مارے جاتے ہیں بعض جگہ چھانٹ چھانٹ کر علماء اور طلباء کو فنا کیا جاتا ہے لاکھوں آدمی
فاقہ کشی اور وباؤں کا شکار ہو رہے ہیں اس کے مقابلہ میں برطانیہ کے مقبوضات کو دیکھو کہ جنگ
میں بھی امن اور قانون کا دور دورہ ہے مخالف پروپاگنڈا والوں سے بھی کوئی دار و گیر نہیں ہے جو

شخص جو چاہے بکے کوئی پرسان حال نہیں ہو ایک ہندوستانی جج بڑے سے بڑے انگریز کو قانونی شکنجہ میں جکڑ لیتا ہے پس ہمارا یقین ہے کہ خدائے تعالےٰ کبھی اور باطل کے ساتھ نہیں بلکہ راستی اور حق کا ساتھی ہے۔

دوسرا قرینہ یہ ہے کہ جب اپنی انتہائی تیاری اور قوت کے زمانہ میں جرمنی مع اپنے ساتھیوں کے اکیلے برطانیہ سے جس کے پاس فوج اور سامان کچھ نہ تھا اور جس کی حالت بہت نازک تھی بازی نہ لے جاسکا تو اب جبکہ برطانیہ کے بہت سے مددگار ہیں اور جرمنی کے بہت سے دشمن۔ جرمنی تنزل پر ہے اور اتحادی ترقی پر تو عقل سلیم کیسے مان سکتی ہے کہ جرمنی اتحادیوں کو نیچا دکھا سکتا ہے۔

تیسرا قرینہ یہ ہے کہ نومبر ۱۹۴۲ء میں اتحادیوں کی افریقی مہمات نے نقشہ جنگ کی کایا پلٹ کر دی ہے اور اس سے وہ کاری ضرب جرمنی پر پڑی ہے جس کی اہمیت کا پورا اندازہ مشکل ہے۔ اسی نے اٹلی میں بے چینی اور خواہش صلح کو بڑھایا اسی نے جرمنی کو گھبرا دیا کہ بزعم خود ضعیف میر نبود کی مصداق پر اس نے بقیہ فرانس پر قبضہ کر لیا اسی کے باعث اٹلی کے ساحل اور اٹلی کی جرمنی سے سرحد قلعہ بند اور مستحکم کی جا رہی ہے اسی کے ذریعہ سے اتحادیوں کے ہاتھ سے اب جرمنی کی ناکہ بندی مکمل ہوئی کیونکہ اب تک فرانس کی درآمد اتحادی روک نہیں سکتے تھے اور وہاں سے جرمنی سب کچھ چھین لے جاتا تھا۔ اسی کے خوف سے جرمنی روس میں اپنی ہوائی طاقت گھٹانے پر مجبور ہوا جس کے نتیجہ میں اس نے وہاں بھی منہ کی کھائی۔ بہت سے انکاروں کے بعد جرمنی نے گزشتہ موسم سرما کے شدائد آخر کار قبول کر لیے ہیں۔ اب دوسرے جاڑے سر پر ہیں۔ ادھر وہ خدائی مار ہے اور دوسری طرف اتحادیوں کی چوٹیں۔ خاص جرمنی میں بھی کھل بلی ہے جس کی وجہ

قوم کے ڈر کے مارے روسی محاذ کے زخمی وطن نہیں بھیجے جاتے بلکہ بلقان میں رکھے جاتے ہیں عورتوں کو جرمنی سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ اُن کی زیادہ گوئی سے بھنڈارہ پھوٹنے کا اندیشہ ہے دیانا والے آسٹریا کو جرمنی کا ایہ ریڈشلٹر کہتے ہیں۔ جرمنی کی عسرت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ جنگ سے پیشتر ہی وہاں بڑی گرانی کا سامنا تھا کیونکہ ہٹلر نے خود کہا ہے کہ مکھن پر ہم ہتھیاروں کو ترجیح دیتے ہیں تو تین سال کی تاریخ میں سب سے بڑی لڑائی اور ناکہ بندی کی مصیبت جھیلنے کے بعد اب کیا حال ہوگا۔ علاوہ ازیں بعض مواد جو لڑائی کیلیے ضروری ہیں اور جرمن مقبوضات میں معدوم وہ اب تک صرف شمالی افریقہ کے ذریعہ پہنچتے تھے مگر ناکہ بندی کا یہ شگاف اب بند ہوچکا ہے

جرمنی کی حالت پر واقعات ذیل سے خوب روشنی پڑتی ہے (۱) تھوڑے سے عرصہ میں جرمن جنرل اسٹاف تین دفعہ بدلا جا چکا ہے۔ نازی پارٹی اور بڑی جرنیلوں میں تنازعہ ہے جو کہتے ہیں کہ ہٹلر کی دخل درمعقولات نے روسی محاذ کا ستیاناس لگا دیا ہے (۲) ناروے میں کچھ جرمن فوج نے غدر کر دیا ایک جرمن افسر نے یہ خبر پاکر کہ کولون میں اُس کے بیوی بچے انگریزی ہوائی حملہ میں فنا ہوگئے خودکشی کر لی۔ افریقہ کی شکست نے جرمنی پبلک پر گہرا اثر کیا ہے بازاروں میں ہر چیز نایاب ہے جرمن قوم صلح کے لیے دُعائیں مانگ رہی ہے (۳) جرمن قیدیوں نے ہٹلر کے خلاف ایک اپیل نشر کیا ہے جس میں اس کو "ہمارے نوجوانوں کا مخرب اور مہلک" بتا کر کہا ہے کہ جرمن فوج یہاں فیصلہ کن لڑائی نہیں جیت سکتی جرمن ہائی کمانڈ کی ساری پیشین گوئیاں مشرقی جنگ کے خاتمہ کی با

(۱) روئٹر ۲ نومبر ۱۹۴۲ء پانیر ۲۰ نومبر ۱۹۴۲ء (۲) روئٹر ۵ اکتوبر ۱۹۴۲ء روئٹر ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۲ء روئٹر ۲۵ نومبر ۱۹۴۲ء
(۳) روئٹر ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۲ء

سراسر اُن کی سمجھ کا پھیر ثابت ہوئیں بھا ئیو! تمھارے خون سے ہٹلر اپنی قسمت کے لکھے کو ملتوی کر رہا ہی وہ جرمنی کو ایک کھڈ میں ڈھکیل رہا ہی (۴) جنوبی امریکہ میں ایک جرمن افسر نے کہا کہ لگا تار لڑائی اور پچھلے خوفناک جاڑوں نے ہماری فوج کے چنندہ حصّہ کو فنا کر دیا ہی۔ اکثر جرمن محسوس کرتے ہیں کہ آخر کار اتحادیوں کی فتح اٹل ہی۔ اسٹالنگراڈ نے جرمنوں کے چھکے چھڑا دیے ہیں (۵) جرمن ریڈیو نے خود ۲۸ر دسمبر ۱۹۴۲ء کو روس میں جرمن سپاہیوں کی مصیبت کو بیان سے باہر کہکر بتایا ہی کہ نہ اُن سے سانس لی جاتی ہی نہ طاقت باقی ہی۔ برف کے انباروں اور جمانے والی ہواؤں میں لڑنا پڑتا ہی ہڈی کی ہینگ میں سردی گھسی جاتی ہی یہ سردی پاہی کے جان بچانے کے ارادہ کو بھی شل کر رہی ہی اور اس پر غفلت اور لا پرواہی کی حالت طاری ہو جاتی ہی۔ بچاؤ کا واحد ذریعہ حرکت ہی جو برف میں ناممکن ہی کبھی جھونپڑیوں میں کبھی کبھی کھڑے کھڑے سونا ملتا ہی کھانا پانی سب جما آتا ہی کپڑے اُتارنا ہاتھ دھونا تک محال ہی اور ۲۹ر دسمبر ۱۹۴۲ء کو یہ شکایت کی ہی کہ روسی فوج تو ہائڈرا جیسی ہو گئی ہی کہ ایک سر قلم ہوتے ہی دوسرا نکل آتا ہی، (۶) خود گوئبلز کہتا ہی کہ یارو ہمت نہ ہارو تاریخ میں یہ ہمارا آخری موقع ہی اگر اب جیت نہ ہوئی تو کبھی نہ ہوگی اس دفعہ ہماری زندگی کا حق اور موقع بھی امر نزاعی ہی پہلے غلط چیزوں کے لیے لڑائی تھی اب معیار زندگی بڑھانے کیلیے لڑتے ہیں یعنی کوئلا لوہا پٹرول اور خاصکر گیہوں کے لیے جو ہماری روزی ہی لڑ رہے ہیں (۷) انھی حضرت کا دوسرا قول ہی کہ ۴۳-۱۹۴۲ء کے جاڑے اُس سخت مصیبت کا سبق ہونا چاہیے جو اس قسمت کا

---

(۴) روٹر ۱۴ر اکتوبر ۱۹۴۲ء (۵) اخبار ۳۰ر دسمبر ۱۹۴۲ء و ۳۱ر دسمبر ۱۹۴۲ء (۶) روٹر ۱۸ر اکتوبر ۱۹۴۲ء (۷) روٹر ۳۰ر ستمبر ۱۹۴۲ء

فیصلہ کرنے والی جنگ میں ہمیں برداشت کرنا ہیں ہم کو معلوم ہے کہ ہم اپنی جان بچانے کو لڑ رہے ہیں، ہمارے دشمنوں نے صاف بتا دیا ہے کہ اگر کسی چوک سے ہماری قوم کے ہاتھ پاؤں پھول جائیں اور دشمن فتحیاب ہو تو ہماری قسمت میں کیا کیا ہوگا۔(۸) خود ہٹلر صاحب ستمبر والی اسپیچ میں (اُن بساطی صاحب کے ہمنوا ہو کر جن کا ذکر حصہ اوّل میں ہے) کہتے ہیں دیکھو میں کہاں کا کہاں پہونچ گیا اسٹالن گراڈ نہ لیا تو اب چٹکیوں میں لیے لیتا ہوں لوہے کی کانیں اور تیل کے کنوئیں ملے بے حساب آبادیاں اجاڑیں یہودیوں کا تو ناس مار دیا پھر یہ اتحادی کیسے اوندھی کھوپڑی والے ہیں کہ میری جیت کے قائل ہی نہیں ہوتے اور ساتھ ہی آپ گڑگڑاتے ہیں کہ جو چل شہروں پر بم پھکوا تا ہے سپاہیوں کا واسطہ دے کر مخلوق سے اپیل کرتے ہیں کہ مزدوری میں جان لڑا دو پھر دھمکاتے بھی ہیں کہ اگر کسی نے کام بگاڑا تو بے رحمی کے ساتھ اُس کی گردن ماری جائے گی (۹) نومبر میں ہٹلر کہتا ہے کہ ہم فقط جرمنی کو بچانے کے لیے لڑ رہے ہیں۔ اگر پولینڈ کی بابت سمجھوتہ ہو جاتا تو بعد کو مشرق سے (یعنی روس کے ہاتھوں) طوفان اُٹھتا اور برلن تک لڑائی آجاتی۔ ہم کو معلوم ہے کہ اگر دشمن جیت گیا تو ہماری کیسی دُرگت بنے گی اس لیے کوئی فیصلہ یا ہمی ممکن نہیں ہے (اور تسلی کیلیے) کہتا ہے کہ ابھی اُتنا نقصان نہیں ہوا جتنا کہ پچھلی جنگ میں ہوا تھا۔ پھر جھنجلا کر کہتا ہے کہ وار لوبھو دیوں کا میں اور زیادہ ناس مار دوں گا، یہ اقوال تو کسی فاتح کے سے سنائی نہیں دیتے جسے اپنی فتح کا یقین ہو۔ درحقیقت کچھ عرصہ سے ہٹلر اور مسولینی دونوں ڈینگیں مارنا

---

(۸) ۳۰ ستمبر ۱۹۴۲ء (۹) ریڈیو ۸ نومبر ۱۹۴۲ء

بھول گئے ہیں بلکہ ایک مہینے کے اندر تین مرتبہ ہٹلر صاحب نے فرمایا ہے کہ ہم ہتھیار نہیں ڈالوں گا اُن سے کوئی پوچھے کہ صاحب آپ سے ہتھیار ڈالنے کو کہتا کون ہے آپ نے تو جولائی ۱۹۴۰ء میں لندن میں چار نوشتی کی ٹھانی تھی۔ ان حضرت نے ابھی مسولینی جیسا مزا نہیں چکھا ہے مگر انکا مزاج شریف بھی اب کچھ ٹھیک ہو چلا ہے۔ لب و لہجہ میں اب تھوڑی سی انسانیت نمایاں ہو چلا ہے چنانچہ سنہ ۱۹۴۰ء میں تو فرعونی لہجہ میں دھمکاتا تھا کہ اگر برطانیہ نے ایک بم پھینکا تو ہم سو بم گرائیں گے یہ ۱۹۴۱ء میں برطانوی بم باری کا مزا چکھ کر کہتا ہے کہ اب ہم نے خوب تیاریاں کر لی ہیں حملہ آوروں کو ہم وہ مزہ چکھائیں گے کہ یاد کریں گے مگر اب ۱۹۴۲ء میں بالکل مدھے سروں میں یہ راگ گاتا ہے کہ غریب شہریوں پر بمباری کے موجد (یعنی چرچل) نے ڈرایا ہے کہ آئندہ اور سختی ہوگی اس وقت اُس کی (چرچل کی) چڑھ بنی ہے ہمارا بھی دن آئے گا اُس وقت بتائینگے جس زمانہ میں جنرل ویول نے اٹلی کی فوجوں کا ناس لگا کر سرینیکا خالی کرا لیا تھا جاپان کے ایک وزیر خارجہ نے روم میں مسولینی کی تعریف کی تھی کہ آپ روم کی تاریخی عظمت اور امپائر کو برقرار کر رہے ہیں نہ معلوم اُن کا اس سے کیا مقصد تھا آیا اُنھوں نے ایک ہلکے اسپیچ میں مسولینی کا مذاق اُڑایا تھا یا دعوت میں اطالوی شراب زیادہ پی کر متوالے ہو گئے تھے مگر اب جو اٹلی کی شرکت سے ڈھائی سال بعد ہٹلر نے نیس کارسیکا اور ٹیونس پر مسولینی کا قبضہ کرایا ہے اسکا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ اب چل چلاؤ کا زمانہ ہے اس بوالہوس کو بھی ڈھائی دن کی بادشاہت کر لینے دو تاکہ سہی کے جسیکے میں رہتی ہے قوت کو بھی نذر ہٹلر شاہی کر بیٹھے۔ ایک زمانہ میں مسولینی کا قول تھا کہ ڈماکریسی بوڑھی ہو گئی ہے اس کا زمانہ ختم ہوا لیکن آپ کی ڈکٹیٹری

سے تو اس بوڑھیا کی ایک ٹھوکر بھی برداشت نہ ہو سکی اور اسکی جوان ہڈیاں سب چکنا چور ہو گئیں لہذا واقعات بتاتے ہیں کہ ظالم کی درازرسی اب ضرور کھنچنا شروع ہو گئی ہے۔

چوتھا قرینہ نیوٹرلوں کے رویہ کا ہے سارے یورپ میں فقط پانچ نیوٹرل باقی ہیں جو سوائے اسپین کے سب جمہوری ہیں ان میں سے سوئڈن سوئٹزرلینڈ اور ٹرکی کے اخباروں کی جرمنی شکایت کر چکا ہے کہ اس کے مطلب کے موافق وہ خبریں نہیں لکھتے اور سوئٹزرلینڈ کے اخباروں کا تو فرانس میں داخلہ بھی اس بنا پر بند ہو گیا ہے۔ سوئٹزرلینڈ نے محور کے موافق پارٹی کو توڑ دیا ہے اور اس کے لیڈروں پر مقدمہ قائم کیا ہے۔ ٹرکی اور سوئڈن نے جرمنی سے کہدیا ہے کہ جب تک پیشگی مال ہمارے حوالہ نہ کر دوگے ہمارا مالِ تجارت جرمنی کو نہ جائے گا۔ جرمن اخبار وولکیشر بیوباختر نے چھوٹی دنیا کر سپیون کو ڈرایا دھمکایا ہے جس کا کلہ شکن جواب ترکی اخبار اقشام میں چھپا ہے (اخبار اسر دسمبر ۱۹۴۲ء)

بڑے ملک اسپین اور ٹرکی ہیں جن کی جائے وقوع نہایت ہی اہم ہے رفتار جنگ معلوم کرنے کا موقع ان ملکوں کے باشندوں سے بہتر کس کو ہو سکتا ہے۔ اسپین ڈکٹیٹری ملک ہے اس لیے بھی اس کو جرمنی سے ہمدردی ہونا تھی۔ وہ جرمنی کا مرہون منت بھی تھا اور وہ بانی ہمدردی ہے بھی مگر کرتا یہ ہے کہ ادھر وہ اتحادیوں کا شکر گزار ہے کہ انھوں نے اس کے ملک اور منافع سے کوئی تعرض نہ کرنے کا اعلان کر دیا ہے اور کہتا ہے کہ جو بھی فریق اس کی حدود میں داخل ہوگا اسپین اس کے دشمن کو فوراً مدد کیلیے بلالے گا۔ وہ برطانیہ کے قدیم دوست اور حلیف پرتگال سے معاہدہ بھی کرتا ہے کہ جو کوئی جزیرہ نمائے اسپیریا

میں گھسے اُس سے جنگ آزمائی کی جائے۔ ٹرکی نے بھی صاف کہدیا ہی کہ کسی کی فوج کو گھسنے نہ دیا جائے گا لہذا لامحالہ یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ ان ملکوں کے نزدیک کسیں کی جیت ناممکن ہی بلکہ ٹرکی کے رویّہ سے تو یہ بھی عیاں ہی کہ وُہ اس کو ایسں کی جیت پسند بھی نہیں ہی کیونکہ چند ماہ پیشتر تک صورت حال ایسی تھی کہ ذرا سی ترکی اعانت یا چشم پوشی سے نقشۂ جنگ ڈیماکریسیوں کی خلاف ایسا پلٹ جاتا جس کی تلافی ناممکن نہیں تو سخت مشکل ہوتی پچھلی لڑائی میں بقول مسٹر لائیڈ جارج ٹرکی کی شرکت کے باعث دو سال کی دیر ہوئی۔ اس دفعہ نہ معلوم کتنے سال کی دیر اور کتنی زیادہ جانیں قربان ہوتیں ان دونوں کے طرز عمل سے ایک اور نتیجہ بھی اخذ ہوتا ہی یعنی یہ کہ جرمنی کے قوٰی میں اب ایسا انحطاط ہو گیا ہی کہ وہ ان دوسرے درجہ کی سلطنتوں سے بھی اپنا اگلا فرعونیت جیسا برتاؤ نہیں کر سکتا حالاں کہ اب اُس کے لیے حالت بہت نازک ہی اور اُس کو زیادہ انتظار کی گنجائش نہیں ہی کیونکہ زمانہ حلیف اتحادیوں کا ہی جیسا کہ پچھلے تین سال کے تجربہ نے بخوبی ثابت کر دیا ہی

پانچواں قرینہ یہ ہی کہ یہ جنگ محض بارُود کی نہیں ہی بلکہ سب سے پہلے دولت کی ہی اور یہ دُنیا پہ آشکارا ہی کہ ڈماکریسی والوں کے پاس دولت کی بھرمار ہی یہ امر محتاج ثبوت نہیں ہی آج تک اس میں کسی کو کلام نہیں ہوا اور روزمرّہ اس کے شہادت جمع ہو رہی ہی۔ خود ایکسں والوں کو اقبال بلکہ اُن کی شکایت ہی کہ ہمارے دُشمن دولتمند ہیں اور ہم مفلس اور وہ اسی کو اسباب جنگ سے بتلاتے ہیں پس یہ کون باور کرے گا کہ جس لڑائی کی سب سے بڑی ضروری چیز کا ایکسں کے یہاں کال ہی وہ لڑائی اتحادی ہار سکتے ہیں۔

اس حصہ میں یہاں تک یا تو محوریوں سے بالعموم یا جرمنی اور اٹلی سے بالخصوص
بحث ہوئی اب تھوڑی سی توجہ محور کے مشرقی سرے کی جانب بھی مناسب ہے۔ تمہید میں یہ
بتایا جا چکا ہے کہ جاپان کی شرکت ہی محور کی آنے والی شکست کے دلائل میں سے ہو سکتی ہے
اب اس کے ساتھ ایک سال کی جنگ کے بعد جو نتیجہ مرتب ہوتا ہے اس کو سمجھنا چاہیے۔ یہ
ظاہر ہے کہ جاپان بڑی بھاری بری اور بحری سلطنت ہے مگر ابھی سے اتحادیوں کے عجیب
زبردست قوٰی کا پتہ چلتا ہے کہ نازیوں کو ایسی نایاب مدد مل کر بھی اتحادیوں کا کوئی
ایسا پائدار نقصان نہ ہوا جس کا آخری جیت پر اثر ہو سکے اور نہ جرمنی کی حالت سنبھلی بلکہ
پہلے سے اب نہایت بدتر ہے۔ بیشک سالہا سال کی سابقہ تیاری کی برتری اور مکاری و
غداری کے حملہ کا فائدہ اور اتحادیوں کے بدترین وقت پر ان پر دھاوے کا نفع یہ سب
چیزیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے جاپان کی ابتدائی فتوحات ایک سیلاب کی طرح بڑھتی چلی
گئیں چنانچہ ایک طرف وہ ہندوستان کی سرحد تک آ پہونچا اور دوسری طرف آسٹریلیا
کا دروازہ جا کھٹکھٹایا۔ اس لئے ان جزائر پر اچانک قبضہ جما کر جہاں کے استحکامات اور
اڈوں کے ذریعہ سے اس تک پہونچ تھی گویا اتحادیوں کے پیر تلے سے سیڑھی نکال لی
جو اتحادیوں کو از سرِ نو بنانا ہو گی لیکن سارے آثار بتا رہے ہیں کہ ایک ہی جھپٹ میں
اس کے قوٰی مضمحل ہو چکے ہیں اور اس پھیلاؤ سے اپنے ہاتھوں بڑے نرغے میں مبتلا
ہو چنانچہ نیوگنی اور سولومن میں اس کی شکست ہی شکست ہے اور دوسرے مقامات میں
بھی اس سے کچھ بن نہیں پڑ رہا ہے گزشتہ چھ ماہ میں اتحادیوں نے اس کے جنگی و تجارتی

بیڑہ کو جو نقصان پہونچایا ہی اُس کی تلافی اُس کے بوتے کی نہیں ہی اور اتحادیوں سے طولانی جنگ جاری رکھنے کے لیے اُس کے محاصل اور ذرائع قطعی ناکافی ہیں۔ یہ دکھلایا جا چکا ہی کہ اس لڑائی میں تجارتی جہازوں کی بنانے کا مسئلہ اہم ترین مسائل میں سے ہی اور کوئی ہٹ دھرم یہ اصرار نہیں کر سکتا کہ جاپان اتحادیوں سے نصف جہاز بھی بنا سکتا ہی۔ چنانچہ ۳۱ر دسمبر ۱۹۴۲ء کے اخبار میں واشنگٹن کی خبر دیکھیے کہ ۱۹۴۲ء میں فقط امریکہ نے ساڑھے سات سو جہاز اسّی لاکھ ٹن کے بنائے جو ۱۹۴۱ء کے مقابلہ میں سات گنے سے زائد ہی اور ہر سال کو پندرہ ملین ٹن بنا سکتا ہی۔ مزید براں یہ بھی عیاں ہو چکا ہی کہ جاپان کی ہوائی طاقت اتحادیوں کے مقابلہ کے لائق نہیں ہی اُس کے ہوائی جہاز بھی گھٹیا ہیں اور اچھے ہوا باز زیادہ تر ختم ہو چکے ہیں اور اُس کے نقصانوں کی تلافی اتحادیوں کے مثل ناممکن ہی اگر ایسا نہیں تو وہ جنوبی پیسیفک میں کیوں شکستیں کھا رہا ہی مڈوے کورل سی آبنائے ٹورس اور سولومن کی لڑائیوں میں کیوں اپنی نیوی کا بھاری نقصان کرا چکا ہی ہندوستان اور آسٹریلیا کیسے ابھی تک جنگ کی آگ سے محفوظ ہیں ابھی سے امریکہ جاپان کی نیوی پر کاری ضربیں لگا چکا ہی۔ اور جرمنی سے نپٹ لینے کے بعد تھوڑی سی فرصت میں اس کا بھی کام تمام ہو جائے گا بالفعل اتحادی تدبیر یہ معلوم ہوتی ہی کہ ابھی جاپان کو روکا رکھا جائے اور اُس کو بڑے سے بڑا نقصان پہونچایا جاتا ہے جب تک کہ ہٹلر کی طرف سے ہاتھ خالی ہو جائیں یعنی اتحادیوں نے ایکسیس والوں کو ان کے اپنے کھیل میں شہ مات دے دی ہی اُنھوں نے اپنے جنگی تدبر اور دانائی سے دشمن سے چکمہ نہ کھایا جس کا مقصد

یہ تھا کہ جاپانی حملہ سے گھبرا کر برطانیہ اپنی بڑی قوت ادھر روانہ کر دے اور انتشار قوی سے دونوں طرف مات کھائے جس غلطی کا نتیجہ ناقابل تلافی ہوتا مگر اُس نے اپنے قوی پراگندہ نہ کیے اور جتنا بھی نقصان جاپانیوں کا کر سکتا تھا اُن کو پہونچا کر حسب ضرورت ملک چھوڑ کر اُس موقع پر آ گیا جہاں سے آخری دفاع اور دوبارہ حملہ کرنا ہو ساتھ ہی اُدھر ہٹلر کے وہ سخت چوٹ لگا دی جس سے دُنیا دنگ ہو۔ جرمنی ایکسس کے جسم کا سر ہو جب سر اُڑ جائے گا تو ہاتھ پیر کی فکر کاہے کی۔ جاپان سے جب فتح سنگاپور برما اور پرل ہاربر کے بعد بھی کچھ نہ بن پڑا بلکہ اس سے وہ اندھن میں پھنس گیا تو اب کیا ہونا ہو اس سے ظاہر ہو کہ اُس سے ہندوستانی بھائی اُسے جیسا طاقتور جانتے ہیں وہ خود بھی نہیں سمجھتا ہو یہ لوگ اگر اور کی نہیں سنتے تو ٹوجو کی بات کا تو یقین کریں جو ۲۷ دسمبر ۱۹۴۲ء کو کہتا ہو کہ اصل لڑائی تو اب شروع ہوئی ہو یعنی اب تک تو سامنے کوئی تھا ہی نہیں اب چین اور ہندوستان سے اتحادیوں کے ہوائی جہاز روزانہ حملے کرتے ہیں اُن کے مقابلہ کی وجہ سے سولومنز میں خوراک ہتھیار اور سامان کو لیجانا ہمارے لیے بڑا مشکل ہو گیا ہو اور چین میں ہم کو ۳۶ لاکھ فوج سے لڑنا پڑ رہا ہو" ہوائی طاقت جس کی کمزور ہو گی وہ یہ جنگ نہیں جیت سکتا۔ جاپان ہر قسم کے ہوائی جہاز ملا کر چار ہزار پانسو سے زائد سالانہ نہیں بنا سکتا۔ امریکہ نے اسی سال ساٹھ ہزار بنائے ہیں تین بہت وجوہ سے جاپان کیلیے اس سے زائد طیارے بنانا محال ہو۔

(۱) خام مواد کی کمی سب سے زیادہ ضرورت الومنیم کی ہو جو اس سال بھی نہایت درجہ

۵۲ ہزار ٹن اُن کو مل سکتا ہے امریکہ کے پاس دو لاکھ ٹن سالانہ اس وقت ہے۔ جاپان کو دو تہائی سے تانبے کا کام لینا ہے جس کی اور زیادہ کمی ہے لہذا فقط ۲۳ ہزار ٹن الومنیم باقی رہ جاتا ہے۔

(۲) بہترین مشینوں کے اوزار جاپان میں باہر سے (زیادہ تر امریکہ سے) آتے تھے جن کا اب خاتمہ ہوا عمدہ قسم کے اوزار وہاں بنتے ہی نہیں اور فولاد کی کمی کے باعث کم بھی بنتے ہیں۔

(۳) فن پرواز کی انجینیری اور تجربہ مثل برطانیہ اور امریکہ کے قدیم اور مستحکم بنیاد پر نہیں ہے عرصہ تک جاپانی غیر ملکی ڈیزائن سے کام چلاتے رہے اس لیے وہاں کے کارخانے بیشتر متروک قسم کے طیارے بناتے ہیں اور جو پرزے وہاں نہیں بنتے تھے اُن کی ساخت میں دیر بھی لگتی ہے جاپان کا ہوا میں غلبہ بالکل محال ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ہندوستان وغیرہ پر حملہ نہ کرے گا بے قراری اور مایوسی اُس سے سب حماقتیں کرا سکتی ہے مگر اب اگر وہ گھٹنوں تک کیچ میں پھنسا ہوا ہے تو پھر گلے تک دھنس جائے گا نتیجہ بفضلہ معلوم ہے کہ

موری گھر تو کوئی دم میں گرا رکھا ہے
سقف کے ساتھ اٹانا بھی لپا رکھا ہے

خاتمہ

آخر میں اُن نیک نیت امریکن اور برطانوی حضرات کی بابت ہم کچھ عرض کرنا

چاہتے ہیں جو ہندوستان کی دوستی کی خاطر برطانوی اور ہندی حکومتوں پر رات و دن لے دے کرتے رہتے ہیں کہ وہ کیوں کانگریس کو رضامند کرکے سب سے زبردست آزادی فتح کھوئے دیتے ہیں۔ ان بزرگواروں کی منطق میں حسب ذیل مغالطہ ہیں:۔

اوّل اُن کا اس بات سے اغماز کرنا:۔

(الف) کہ کانگریس ہندوستان نہیں ہے

(ب) یہ کہ اُس کی پالیسی اندھا دھند نفرت اور شکوک پر مبنی ہے جس کا مقصد انگریزوں کو نکالنا ہے خواہ اس کی قیمت کچھ بھی ہو۔

(ج) یہ کہ ڈیماکریسی کی تعریفوں کی آڑ میں اُن کا اصلی مطلب پارٹی کی مکمل ڈکیٹٹری ہے۔

(د) یہ کہ اس وقت متحدہ ہندوستان کا وجود نہیں ہے جو یکجائی پوری آزادی حاصل کرسکے۔

(ہ) یہ کہ ڈیماکریسی کی نوعیت ہندوستان کی ٹڈی دل عام باشندوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہے اور اُن کے صدیوں سالہ رواج اور طرز زندگی کے وہ خلاف ہے۔

دوم اُن کا یہ فرض کرلینا:۔

(الف) کہ ہندوستان کو مکمل آزادی کی صلاحیت ہے اور اُس کے اندر اس آزادی کا جذبہ ایک مشعل کی طرح روشن ہے۔

(ب) یہ کہ کانگریس کے حوالہ سب کچھ کر دینے سے یہ ناقابل صلح جماعت رضامند ہو سکتی ہے

(ج) یہ کہ اُس کو سب کچھ دے بیٹھنا گویا ایک اشارہ ہوگا جس پر (نام نہاد) فریفتہ ڈیماکریسی ہندی مخلوق اتحادیوں کی مدد کو ایک دم دوڑ پڑے گی۔

(د) یہ کہ اگر ہندی عوام ڈیماکریسی کے عشق میں ابھی بے خود نہ ہوئے ہوں تو بھی کانگریس ہندوستان کو مٹھی میں دبا کر چشم زدن میں اُن کو ایسا بنا دے گی۔

یہ حضرات غور فرمائیں کہ پچھلی اگست والی کانگریس کی رزولیوشن خود اُس کی بدنیتی اور نالائقی کا ثبوت ہے اور یہ کہ ہندوستان اور برطانیہ کے ساتھ اس سے نامرد اور کوئی بدسلوکی نہیں ہوسکتی ہے کہ اس طماع اور کینہ پرور جماعت کی خوشامد کی جائے اُس کو بہلایا جائے اور اُس کا راج قایم کیا جائے۔ اُس نے تو ملک کو اپنی سیاست بازی کا جولانگاہ بنا رکھا ہے اور محوری قوتوں کی سفر مینا کا کام (جان کر یا انجانی سے) انجام دے رہی ہے۔ برطانیہ مکمل آزادی کا وعدہ کرتا ہے اور سوائے لڑائی خطرہ میں ڈالے باقی سب کچھ اسی وقت دینے کو تیار ہے مگر کچھ کام نہیں چلتا اور کیوں؟

اوّل اس لیے کہ بقول ایک فرانسیسی مثل کے کانگریس کی جوع البقر کھانے سے بڑھتی ہے۔ اس نے یہ ٹھان لی ہے کہ خاص اپنے لیے (یلا شرکت غیرے) ڈرپوک انگریز کو جاپانی لڑائی کا ٹھینگا دکھا کر اُس کی جیبیں ابھی وقت خالی کرالی جائیں۔

دوم اس لیے کہ کانگریس کی کامیابی کو دیکھ کر دوسروں کو بھی اُس کی راہ پر چلنے کی خواہش ہوتی ہے چنانچہ ملک میں پارٹی بازی کا ہنگامہ بے تمیزی برپا ہے اور پارٹیوں کے مطالبوں میں موافقت ناممکن ہے ہر ایک یہ چاہتی ہے کہ اُسی کا مطالب سولہ آنے پورا ہو جو بیّن ثبوت ان بندگان سیاست کی نااہلی کا ہے۔

پہلے رسالہ میں بماہ جون سنہ ۱۹۴۱ء ہم لکھ چکے ہیں کہ کانگریس سے رضا جوئی کا سلوک

ایسا ہی جیسے بارود سے آگ بجھانا اور یہ کہ کانگریس ڈکٹیٹری قایم کرنے کی فکر میں ہی مگر تعجب ہی کہ سر اسٹیفرڈ کرپس برطانوی وزارت اور ہندوستان کی بعض بڑی ہستیوں کو اس بات کا پتہ اب اگست ۱۹۴۲ء میں چلا جبکہ کانگریس نے کھلی بغاوت کا اعلان کر دیا اور حکومت اور اہل ہند کیلئے "حملہ پہل ہاربر" بھی تیار کر چکی۔ حکومت ہند کو شکرادا کرنا چاہیے کہ ابتداء جنگ میں کانگریسی صوبہ جاتی وزارتوں نے استعفے دیدیے تھے ورنہ بہت ممکن تھا کہ ایک روز صبح اُٹھکر اُسے معلوم ہوتا کہ وہ معطل اور مفلوج ہی۔

اس رسالہ کی تصنیف کے دو باعث ہیں اوّل یہ کہ جو اندھا دھند اور مجرمانہ شورش چند مہینوں سے ملک میں پھیل پڑی ہی اُس کے تقاضے سے ہمکو "قلم" اُٹھانا پڑا کیونکہ ہمارے عقیدہ میں ہر فرد قوم کا فرض ہی کہ (خواہ وہ کتنا ہی حقیر و عاجز ہو) جس قدر اور جس طرح اُس سے بن پڑے جنگ حاضرہ میں مدد کرے دوم یہ کہ پہلے رسالہ کو تحریر کیے ہوئے تقریباً ڈیڑھ سال گزر جانے پر بعض لوگوں کو شبہ پیدا ہو گیا تھا کہ مرور زمانہ نے اُس کے دلائل کو کہاں تک با اثر چھوڑا ہی۔ مگر بحمد اللہ کہ سطور بالا سے یہ امر اچھی طرح ظاہر ہی کہ اتحادیوں کی فتح کے ساتوں اسباب جو عقل سے اپیل ہیں تبلائے گئے ہیں اب بھی نجوبی ملکہ پہلے سے زیادہ عامل ہیں اور ڈیماکریسی کی فتح آخر میں کسی معقول شک و شبہ کی گنجایش نہیں ہی بہ کہ مزید براں بہت سے واقعات و قرائن بھی اُس کی اٹل فتح پر دال ہیں۔

ایک دوست نے یہ سُن کر کہ یہ سطور عنقریب شایع ہونے والی ہیں لکھا ہی کہ اُن کی رائے میں کوئی مضمون کارگر نہ ہوگا اس سے ظاہر ہی کہ اُن کو ہمارے ہموطنوں کی کم عقلی سے

ہم سے زیادہ مایوسی ہے۔ ہم اُن کی رائے سے بالکل پست ہمت نہیں ہوئے ہیں کیونکہ ہمارا تجربہ اور ہے اور کثرت سے ایسے لوگ ہیں جو مفسدہ پردازی کا شکار ہیں اور عقل کی بات سننے کیلیے تیار ہیں۔ دوست نے یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ عام مخلوق کو سب سے زیادہ فکر غلہ اور پیسوں کی کمی ہے یہ بات اُن کی قطعی درست ہے اور ہم بھی اُن کے ساتھ اُمید کرتے ہیں کہ اس بارہ میں جلد کچھ کیا جائے گا لیکن اس کی کوئی وجہ نہیں کہ جس شخص کے قبضہ سے مخلوق کی جسمانی بھوک کا علاج باہر ہو اُسے اُن کی دماغی بھوک کی فکر نہ کرنا چاہیے۔ بہرحال اس سے یہ فائدہ تو ہاتھ سے جا نہیں سکتا کہ صحیح راستہ میں حتیٰ القدور سعی کرنے کا خیال ہمارے لیے بڑے اطمینان کا باعث ہوگا۔

جو لوگ کہ آنکھوں سے دیکھنا ہی نہیں چاہتے بلکہ دوسروں کی بھی گمراہی کے خواہاں ہیں اُن سے ہم کو بحث نہیں ہے لیکن اگر اُس بے شمار مخلوق میں سے جن کو یہ لوگ اندھا بنا رہے ہیں چند بندگانِ خدا کی چشمِ بصیرت کے لیے یہ سطور مفید ثابت ہوں تو ناچیز مصنف کا دل شاد اور اُس کیلیے باعث فخر و مباہات ہوگا۔

مطبوعہ بریلی الیکٹرک پریس بریلی
آر۔ ایس۔ لال۔ رستوگی پرنٹر

DUE DATE

۳۳	۱	۲۵